اَلْوَعْدُ الْحَقُّ وَالْوَعْدُ الْمُفْتَرٰی

ایک سچے اور ایک جھوٹے وعدے

کی انوکھی تاریخ

## اسلام اور اہل کتاب کی موجودہ کشمکش

# بالآخر کیا ہوگا؟


جمع وترتیب

حافظ ناصر احمد و حافظ محمد عمر

معاونت

شجاع الدین شیخ

Email:hafizain@livequranacademy.com

www.livequranacademy.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# پہلی بات

اللہ کے لئے دوستی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کی کہانی اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانی گمراہی کی کہانی۔ایک مدت تک راہ راست پر چلنے کے بعد یک لخت انسانوں کے ایک ٹولے نے شیطانی بہکاوے میں آ کر گمراہی کی راہ اختیار کی اور عقائد وتصورات کی بنیاد پر ازلی معرکہ شروع ہوگیا۔اس وقت سے لے کر آج تک خیر اور شر کی قوتیں باہم برسرِ پیکار ہیں۔اللہ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ خیر کی تمام قوتیں ہیں۔ حقیقی مومن اور پوری کائنات اطاعت کے بندھن میں فطرت کے اس آہنگ میں بندھے ہیں جس نے سرموانحراف کرنا نہیں سیکھا۔فرشتے اور اللہ کی بنائی ہوئی پاک ارواح ان کی خیر خواہ ہیں اور صبح وشام ان کے لیے برکات نازل ہوتی ہیں اور ان کے لیے ہر وقت یہ بشارت موجود ہے۔

﴿وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ﴾

(سورة الانبياء:١٠٥)

''ہم زبور میں وعظ ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہونگے۔''

دوسری طرف جاہلی تصورات اور جاہلی اقدار ہیں جو ابلیس کے جلو میں شر کی تمام قوتوں کے ساتھ صف آراء ہیں۔جاہلی قوتوں میں بت پرستوں کے علاوہ اہل کتاب بھی ہیں جو کبھی مومن تھے اور توحید پرستوں میں شامل تھے۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے توحید سے انحراف کی وجہ سے انسان کی رہنمائی کی ذمہ داری اُمت محمدیہ ﷺ کو سونپ دی اور یہودیوں پر اللہ کا نہ ختم ہونے والا غضب نازل ہوا۔ نصاریٰ نے گمراہی کی راہ اپنائی ،تب سے یہ نام نہاد توحید پرست اللہ کے اختیار پر بیخ پا ہیں اور مومنین کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

لیکن آج امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ ہم دوست اور دشمن کی پہچان کھو بیٹھے ہیں' بلکہ شاید یہ کہنا حقیقت سے زیادہ قریب تر ہوگا کہ دشمن کی سازشوں کا شکار ہو کر ہم اپنا آپ ہی بھلا بیٹھے ہیں' اور یہ خود فراموشی خدا فراموشی کے علاوہ اور کس چیز کا نتیجہ ہوسکتی ہے :

﴿وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾

(سورة الحشر:١٩)

''اوران لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے خود انھیں اپنی جانوں سے غافل کردیا' یہی لوگ نافرمان ہیں''۔

دنیا ایک آئینہ خانہ ہے' یہاں ساون کے اندھے کو سب ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر بحیثیتِ مجموعی ہم مسلمان زندگی کے بلند مقاصد اور اپنے نصب العین کو فراموش کر چکے ہیں اور ہمارے شب و روز صرف اور صرف معاش کے دائرے میں بسر ہو رہے ہیں اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے فکر و معاش سے آزادی عطا فرمائی ہے ان کے لئے لہو لعب کے دیگر جال اور شکنجے ہی جن میں وہ پھنس کر رہ گئے ہیں۔ چنانچہ ہم دنیا کی دیگر اقوام کے بارے میں بھی یہی گمان کیے بیٹھے ہیں کہ شاید وہ بھی ہمارے طرح دو وقت کی روٹی یا پھر سٹیٹس (status) کو بلند سے بلند تر کرنے کے چکر ہی میں پھنسے ہوئے ہیں............حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

آج ہمارے سامنے اصل چیلنج یہی ہے کہ ہم اپنے دوستوں اور دشمنوں کو شناخت کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لیں۔ اپنے دشمن اور اس کے عزائم کو بروقت اور صحیح تناظر میں جان لینے ہی میں ہماری کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ امتِ مسلمہ کے پاس نہ افراد کی کمی ہے نہ وسائل کی' نہ مضبوط بازوؤں کی اور نہ ہی زرخیز دماغوں کی ضرورت ہے۔ صرف اپنی ترجیحات کو بدلنے کی اور حالات و واقعات کو ان کے درست سیاق میں سمجھتے ہوئے عمل پر کمربستہ ہو جانے کی۔

یہ تحریر دو اور دو چار کی طرح یہود و نصاریٰ کے بارے میں یہ ثابت کر دیتی ہے کہ وہ اپنے واضح مذموم مقاصد کو لے کر بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ سالہا سال سے ان پر عمل درآمد کرتے چلے آرہے ہیں اور ہم ہنوز خوابِ غفلت میں مست ہیں اور طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی ہمیں اس خوابِ غفلت سے جگانے اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے باخبر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ ہم اس کی بات کو ایک مذاق سے زیادہ اہمیت دینے پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ الٹا اسے ہی اپنے سکون و مستی میں خلل اندازی کا مجرم گردانے لگتے ہیں۔

دردِ دل میں ڈوبی ہوئی اس تحریر کا مطالعہ کیجئے اور خدارا اس خوابِ غفلت سے بیدار ہو جایئے............خدارا بیدار ہو جایئے۔

﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾

(سورۃ محمد:۱۸)

" پس وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر آجائے اچانک تو اس کی نشانیاں تو آ چکی ہیں۔ کیا ان کے لئے فائدہ ہو گا ان کی نصیحت حاصل کرنے کا جب کہ ان کے پاس آجائے گی"

## Calsh of civilization( دو تہذیبوں کے درمیان تصادم ) کیا ہے......؟؟

مسلمانوں اور اہلِ کتاب کی عداوت جس کو آج کل Calsh of Civilization کہا جا رہا ہے دراصل دو عقیدوں کی باہمی کشمکش کی بہت پرانی تاریخ ہے جو ایک گاڑی کی مانند ہے جو آج سے دو ہزار سال پہلے روانہ ہوئی اور دجال کے خاتمے تک چلتی رہے گی۔ یہ طویل سفر دراصل اس عہد کی طرف طے کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے باندھا اور آپ کے بعد آپ کی صالح اولاد سے باندھا۔ یہ وہ عہد ہے جس پر اعتقاد رکھنے والے دنیا کے تینوں آسمانی ادیان کے پیروکار ہیں (مسلمان ،عیسائی اور یہودی)۔ مسلمان تو اپنے حق میں اس عہد کے دعوے دار ہیں جس کی تائید کتاب اللہ سے بھی ہوتی ہے اور احادیث سے بھی، جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے۔ دوسری طرف یہود و نصاریٰ ہیں جو اس عہد کی بابت ایک اور نقطۂ نظر رکھتے ہیں جو سراسر اللہ پر بہتانِ عظیم ہے۔ نتیجتاً ان تینوں کے مابین کشمکش در آئی ہے۔ جس کی نوعیت نہ تو قومی تعصبات جیسی ہے اور نہ ملکوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی ہے اس جیسی ہے۔ بلکہ یہ کشمکش دو وعدوں یعنی اَلْوَعْدُ الْحَقُّ وَ الْوَعْدُ الْمُفْتَرىٰ (سچا وعدہ اور من گھڑت وعدہ) کے درمیان ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ کشمکش دو عقیدوں کے درمیان بنتی ہے، عقیدہ توحید جس کے داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور تجدید و تکمیل کرنے والے محمد ﷺ ' اور تجدیدِ نو کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں تشریف لائیں گے اور دوسرا عقیدہ شرک ، جھوٹ اور خرافات جس کے بانی عیسائی راہب اور یہودی پیشوا ہیں، جنھوں نے من گھڑت باتیں بنا کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز نہیں۔ سب سے پہلے اس تنازعے کی بنیاد رکھنے والے یہودی پیشوا ہیں۔ اس کے بعد سینٹ پال (saint pal) اور پھر دیگر خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے پادری آتے رہے۔ یہاں تک کہ تھیوڈ ہرتشل (Theodor Herzal) اور اس کے پیروکاروں کا زمانہ آجاتا ہے۔ پھر آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہونے پر اس تنازعے کا آخری مرحلہ مکمل ہوتا ہے۔ اور دونوں مسیحوں کے ٹکرانے سے یہ طویل اور ازلی معرکہ ختم ہوگا۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال جو دراصل دو امتوں کے سردار ہیں اور دونوں ایک ہی وعدے کے اپنے حق میں ہونے کے دعویدار ہیں۔ معرکے کا ایک فریق امتِ اسلام ہے اور دوسرا فریق اہلِ کتاب یعنی نصاریٰ ہیں۔

### وہ وعدہ کیا ہے..........؟؟

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خطۂ شام کو خاص فضیلت بخشی ہے۔ سورۃ تین میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾

" قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی۔"

اسی خطہ میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بسایا جہاں سے اس عہد کا آغاز تقریباً پانچ ہزار سال پہلے ہوا اور اس معرکے کی بنیاد پڑی، یعنی ابراہیم علیہ السلام کی خطۂ شام میں آمد سے ہی اس تنازعے کی بنیاد پڑ گئی۔ وہ ابراہیم علیہ السلام جنھیں اللہ تعالیٰ نے پسند کیا اور انھیں انسانوں کا امام بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم بھی اسی علاقے میں دیا۔ جہاں پہنچ کر آپ نے بیتِ عتیق کی تعمیرِ نو فرمائی، جس کا قصہ آپ سب جانتے ہیں۔ تینوں مذاہب کے پیروکاروں کی باہمی جھگڑے کا آغاز ابراہیم علیہ السلام کی شام کے خطہ میں ہجرت سے ہی ہو گیا تھا۔ جہاں تک سچے وعدے کا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے کر رکھا ہے تو اسے آپ سب جانتے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد باندھا تھا۔

تحریف شدہ تورات کے بارہویں باب میں آتا ہے:

''اور خداوند ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں چلا جا جو میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔''

(کتاب پیدائش باب 12 آیت 1-4)

''اور ابراہیم علیہ السلام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقامِ سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا۔ اس وقت ملک میں کنعانی (عربی) رہتے تھے۔ تب خداوند نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا۔''

(کتابِ پیدائش باب 12 آیت 6-7)

تیرہویں باب میں آتا ہے:

''خداوند نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں شمال اور جنوب، مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دوں گا اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا۔''

(کتاب پیدائش باب 13 آیت 14-15)

سترہویں باب میں آتا ہے:

''اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لئے، اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا، باندھوگا۔ تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے۔''

(کتابِ پیدائش باب 17 آیت 7-8)

یہ جان کر آپ حیران ہوں گے کہ اس سارے علاقے کے وارث بننے والوں کی نشانی کتابِ پیدائش میں ختنہ بتلائی گئی ہے۔ ختنہ کی علامت ہمیں ''صحیح بخاری'' میں مذکور ایک واقعہ تک لے جاتی ہے جو روم کے بادشاہ ''ہرقل'' سے متعلق ہے۔ جب ہرقل نے کہا کہ میں

نے خواب میں دیکھا کہ ختنے کرنے والوں کا بادشاہ غالب ہوگیا۔ہم سب جانتے ہیں کہ عیسائی تو ختنہ نہیں کراتے' اسی لیے درباریوں نے ہرقل سے کہا کہ ختنہ یہودیوں کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔ہم آپ کے اشارہ پر یہودیوں کو آپ کی سلطنت سے ختم کردیتے ہیں' اسی لیے جب ابوسفیانؓ اور چند عربوں کو ہرقل کے دربار میں لایا گیا تو وہ جان گیا اور کہا ''ہاں وہ ان کا بادشاہ ہوگا '' اور ابوسفیانؓ سے عجیب عجیب سوالات کرچکنے کے بعد ہرقل نے برملا کہا کہ مذکورہ بالا عہد محمد ﷺ کے لیے باندھا گیا ہے۔لیکن یہودیوں نے ان پیشین گوئیوں میں تحریفات کرڈالی ہیں اور حق کو چھپالیا ہے۔

## عہدِ ابراہیمی سے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ

عیسائیوں کا ایک عقیدہ جان لیجئے۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس زمانے کے عیسائیوں نے دعویٰ کیا کہ عنقریب یعنی ایک سال بعد نزولِ مسیح ہوگا۔پھر وہ دنیا پر ایک ہزار سال حکمرانی کریں گے۔یہی وجہ ہے گزشتہ سن ایک ہزار عیسوی کے اختتام پر دنیا کے بیشتر عیسائی نزولِ مسیح کے منتظر رہے۔اب پھر عیسوی جنتری کے حساب سے دو ہزار سال مکمل ہوگئے ہیں اور یہ عقیدہ پھر سے دوبارہ منظر عام پر آگیا ہے،جس کی رو سے نزولِ مسیح مملکتِ اسرائیل یعنی فلسطین میں ہوگا،جو ان کا آبائی وطن ہے اور یہودیوں کا فلسطین میں آباد ہونا نزولِ مسیح کا پیش خیمہ ہے۔اس عقیدہ کو ہزار سالہ (Millenarian) کہتے ہیں۔اس لئے چار صدیاں پہلے عیسائیوں نے نزولِ مسیح کی تمہید کے طور پر ارض فلسطین میں یہودی آبادکاری کی بنیاد رکھی۔یہودیوں سے پہلے عیسائیوں نے اسرائیل کی بنیاد ڈالی۔یہ عقیدہ عیسائیوں کے بنیادی اور ''نزولِ مسیح'' کے عیسائی عقائد میں سے ہے،جس پر وہ پختہ یقین رکھتے ہیں بلکہ وہ تو ایک گانا گاتے رہتے ہیں جس کا عنوان ہے "O'Jesus Come" (اے مسیح آجاؤ!) یعنی وہ نزولِ مسیح کے منتظر ہیں' بلکہ پکار پکار کر کہہ کہ جلدی آجاؤ......!

## دورِ حاضر میں نصاریٰ پر یہودی عقائد کے غلبے کی وجہ

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے یہودیوں کا ہمنوا بننے کی وجہ کیا ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ عیسائی مسلمان کے ساتھ ہوتے۔کیونکہ عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھانے والے یہودی ہیں۔البتہ ہمارا عقیدہ ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (سورة النساء :١٥٧)

''حالانکہ نہ تو انھوں نے اُسے قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا''

مگر عیسائی تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے نبی کو قتل کرنے والے اور حواریوں کو اذیت میں مبتلا کرنے والے یہودی ہیں اور اولین عیسائیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے بھی یہی ہیں۔اسی طرح آخری زمانے میں نزولِ مسیح علیہ السلام بھی ہمارا اور عیسائیوں کا مشترکہ

عقیدہ ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا اور فریبی سمجھتے ہیں اور نزولِ مسیح کے بھی قائل نہیں۔ یہودیوں کے خلاف عیسائیوں کا مسلمانوں کی طرف جھکاؤ یقیناً معقول رویہ ہوتا مگر یہودیوں نے اپنے مکروفریب، چالاکی و دھوکہ بازی سے اور عیسائیوں کی ناسمجھی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں اپنا ہم نوا بنا لیا ہے اور یہ موقع یہ کہ کر نکال لیا کہ ہم دونوں یہود و نصاریٰ ایک ہی کتاب کے پیروکار ہیں یعنی کتابِ مقدس۔

آپ جانتے ہیں کہ کتابِ مقدس دو حصوں پر مشتمل ہے۔ عہدِ قدیم (Old Testament) جو دراصل تورات ہے اور عہد نامہ جدید (New Testament)۔ مذکورہ بالا موضوعات اپنی طوالت کے ساتھ عہد نامہ قدیم میں آتے ہیں۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ کتابِ مقدس پڑھنے والا اپنی ابتدا تورات سے کرتا ہے اور سب سے پہلے مذکورہ بالا موضوعات اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ پڑھنے والے کے ذہن میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اس کا وہی عقیدہ بنتا ہے جو یہودیوں کا اپنا عقیدہ ہے۔ عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ نہ ملنے کی ایک وجہ یہ ہے اور دوسری وجہ قرآنِ کریم میں آتی ہے اور وہ اہلِ کتاب کا امتِ محمدیہ ﷺ کے ساتھ حسد ہے جو ان کی گٹی میں پڑا ہے۔ قرآن کی رو سے عیسائی حقیقت کو جانتے ہیں۔ نجاشی کے اسلام لانے سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ ہرقل قریب تھا کہ ایمان لے آتا اور بے شمار عیسائی جو عیسائیت چھوڑ کر اسلام لائے ان سے بھی خوب واقف ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی رسالت کو بھی یہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں مگر حسد کی بیماری انھیں گھن کی طرح چاٹ گئی ہے۔ بہرکیف جس زمانے میں خصوصاً انیسویں صدی میں امریکہ اور برطانیہ میں پرٹسٹنٹ تحریک فروغ پارہی تھی اس زمانے میں صہیونی تحریک کی فکری بنیادوں کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ پروٹسٹنٹ تحریک کے اثر سے عیسائی اس بات کے قائل ہوئے کہ فلسطین یہودیوں کی سرزمین ہے اور اس وقت سے عیسائی یہودی باہمی تعلقات سدھرنے لگے۔ یہودیوں کی طرح پروٹسٹنٹ فرقے نے بھی امریکہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ اس فرقے کے حامی بھی کیتھولک فرقے سے ستائے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی اس ہجرت کو اسرائیل کی ہجرت سے تشبیہ دی اور کہا کہ جیسے بنی اسرائیل ارض مقدس میں وارد ہوئے تھے ویسے ہی ہم امریکہ میں وارد ہوئے ہیں۔ اس لیے انہوں نے شہروں کے نام انہی ناموں پر رکھے جن کا ذکر تورات میں آیا۔ یہ امریکی اپنے آپ کو تورات کی تعلیمات پر مانتے ہیں اور سرزمین امریکہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت مانتے ہیں یہاں تک کہ بعض امریکی بنیاد پرست فلسطین کے بجائے امریکہ کو ارضِ موعود سمجھتے ہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقے کی تحریک سے یورپ میں مذہبی رجحانات کے اندر ایک رو چلی اور لوگ براہِ راست تورات سے رجوع کرنے لگے کیونکہ اس فرقے نے پوپ کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کا کہنا ہے کہ ہر شخص کو کتابِ مقدس پڑھنے کا حق حاصل ہے اور ضرور پڑھنی چاہیے اور کتابِ مقدس پر بلاواسطہ ایمان لانا چاہیے۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے عقائد میں یہ تبدیلی دراصل صلیبی جنگوں کی وجہ سے آئی تھی جس کے دوران انھوں نے دیکھا کہ مسلمان بغیر کسی وسیلہ واسطے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور نوبت یہاں تک آئی کہ مارٹن لوتھر نے جو دراصل اس تحریک کا بانی تھا، کتابِ مقدس کا ترجمہ انگریزی اور جرمنی زبان میں کر ڈالا' جس کی وجہ سے یہ فرقہ جرمنی اور برطانیہ میں خوب پھیلا۔ یہی وجہ ہے کہ قیامِ اسرائیل کے لئے برطانیہ پیش پیش رہا۔ ملکہ وکٹوریہ کے عہدِ حکومت میں برطانیہ

میں ''دریافت فلسطین'' کے لئے ایک فنڈ قائم کیا گیا جس کا نگران کنٹر بری(Canterbury) کے لاڈ پادری کو مقرر کیا گیا۔ برطانیہ کے بشپ اعظم کو تورات میں مذکور ارضِ موعود اور اس کی حدود کی تلاش کا کام سونپا گیا۔ اسی طرح جارج لوئس (George Louis) اعلانِ بالفور (وضاحت) کے وقت برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ اور اس نے اپنے متعلق صراحت سے کہا وہ صہیونی ہے اور تورات میں یہودیوں کی ارضِ مقدس میں یقینی حدود کے متعلق جو ذکر آیا ہے اس پر پختہ ایمان رکھتا ہے' چونکہ ارضِ مقدس میں یہودیوں کی واپسی نزولِ مسیح کا پیش خیمہ ہے۔ یاد رہے کہ 1918ء میں برطانوی افواج نے فلسطین پر باقاعدہ قبضہ کر کے اپنا جھنڈا لہرایا اور موجودہ اسرائیلی ریاست کے لئے یہودیوں کو بنیاد فراہم کرنیمیں اہم کردار ادا کیا۔

## بلیک اسٹون کی تحریک

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ صہیونی تحریک سے پہلے اسرائیل کا مطالبہ کرنے والے عیسائی تھے، نہ کہ یہودی۔ بلیک اسٹون جس کی تاریخ پیدائش 1841ء ہے' وہ پہلا عیسائی ہے جس نے امریکہ میں فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کا مطالبہ کیا۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

> ''فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کے سلسلہ میں صہیونی تحریک کامیاب ہو یا نہ ہو،
> تورات کی رو سے صہیونی مملکت نے بننا ہی ہے''۔

بعدازاں بلیک اسٹون نے اپنے رفقاء کی مدد سے ایک یادداشت مرتب کی اور 413 سے زائد اہم امریکی شخصیات سے اس یادداشت کی حمایت میں دستخط لینے میں کامیاب ہوا، جن میں منتخب ارکان اسمبلی، جج، وکیل اور دوسری امتیازی حیثیت کی حامل شخصیات تھیں۔ اس یادداشت کو امریکی صدر بنجمن ہیرسن کی خدمت میں پیش کیا گیا' جس میں امریکی صدر سے اسرائیلی مطالبات تسلیم کرنے اور یہودیوں کو ارضِ فلسطین میں بسانے کے لیے بھرپور تعاون اور اس حوالے سے اثر و رسوخ استعمال کرنے کی درخواست کی گئی۔

## امریکی صدر ولسن کا کردار

بنجمن کے بعد صدر ولسن (Wilson) کا دور آیا اور اس زمانے میں پہلی جنگ عظیم (First World War) چھڑی ہوئی تھی۔ عرب اُس وقت اتحادیوں کے حمایتی بنے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں صدر ولسن نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ :

> ''خادمِ کلیسا (یعنی ولسن) پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ارضِ مقدس اس کے صحیح مستحقین یہودیوں کو
> واپس دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑے''۔

یہودیوں کی ایک کتاب میں صدر ولسن کی تعریف میں لکھا ہے:

''صدر ولسن نے یہودیوں مفادات کے لیے دوررس اقدامات کیے۔صہیونی نصرانی فکر سے لگاؤ کی یہ حالت تھی کہ وہ سیاسی اوراخلاقی نتائج کو بالائے طاق رکھ دیا کرتے تھے''۔

ایک اور شخصیت کا بیان نقل کئے بغیر بات ادھوری رہے گی ۔اس شخصیت کا شمار امریکہ کی چند سربرآوردہ شخصیات میں ہوتا ہے۔پہلی جنگ عظیم کے بعد وہ کانگریس کی خارجہ کمیٹی کا چیئرمین بھی رہ چکا ہے۔1922ء میں بوسٹن کے اندر اپنی ایک تقریر میں یہودیوں کو ایک تجویز دیتے ہوئے کہتا ہے :

''یہ عمل نہایت قابلِ ستائش ہوگا کہ پوری دنیا کے واپسی کے خواہش قوم پرست یہودی اپنے آبائی وطن (فلسطین) میں قومی مملکت تشکیل دیں،وہ آبائی وطن جس میں وہ ہزاروں سال پلے بڑھے تھے،اور یہ بات مجھے سخت ناگوار ہے کہ قدس یعنی یروشلم اور فلسطین کے علاقے ''محمدیوں'' کی عملداری میں چلے جائیں۔''

اپنے اختتامی کلمات میں اس نے کہا :

''میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ قدس اور فلسطین میں محمدیوں کا قبضہ ہو''۔

یہ الفاظ امریکی کانگریس کی خارجہ کمیٹی کے چیئرمین کے ہیں اور یہ بات 1922ء کی ہے یعنی اسرائیل بننے سے 26 سال پہلے کی۔ہم مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ آگ بھڑکانے والے یہودیوں سے پہلے عیسائی تھے۔فلسطین میں قیامِ اسرائیل کی ضرورت پر عیسائی پہلے ایمان لائے جبکہ یہودی بعد میں۔

## امریکہ میں جدید مذہبی بیداری اور اس کے نتائج

اب ہم اپنی گفتگو کا رخ حالاتِ حاضرہ کی طرف پھیرتے ہیں۔

پرٹسٹنٹ تحریک کے نتیجہ میں' آج امریکہ میں مذہبی بیداری عجیب طریقہ سے ہورہی ہے۔آپ مذہبی بیداری کے لفظ سے حیران نہ ہوں کیونکہ امریکی خود اس تبدیلی کو مذہبی بیداری یا بنیاد پرستی یا انجیلی بیداری سے تعبیر کرتے ہیں۔یہ حضرات انجیل کی پیشین گوئیوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور اسرائیل کے قیام کی پرزور حمایت کرتے ہیں،اسرائیل کے ساتھ تعاون ومدد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ختم کرنے پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے۔کیونکہ اس عقیدہ کے اثرات عنقریب مسلمانوں پر اور ان کے مستقبل پر پڑیں گے۔

ہمیں یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ ہم اب تک غفلت میں رہے۔ہمارے قائدین اور ذرائع ابلاغ بھی اپنے عوام کو غافل رکھنا چاہتے ہیں۔وہ ہمیں ان حقائق سے آگاہ نہیں کرتے جو روز بروز ہمارے لیے خطرہ بنتے جارہے ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔امریکہ جیسے ملکوں میں جو سیکولر اور ملحد معاشرہ ہے،مذہبی بیداری پیدا ہورہی ہے اور اس مذہبی بیداری میں سیاسی عنصر نہایت

مؤثر کردار ادا کر رہا ہے جبکہ ہمیں اس کا احساس نہیں دلایا جا رہا ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ امریکی اب اتنے لادین لوگ نہیں جتنا ہم سمجھتے ہیں۔

عالمی سطح پر ہونے والے ایک سروے کے نتیجے کے مطابق عیسائی اکثریت رکھنے والے ممالک میں سب سے زیادہ مذہبی لوگ آئرلینڈ کے باشندے ہوتے ہیں اور اس کے بعد امریکہ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ سروے کرنے والے ایک مشہور ادارے Gallop Polls کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں 90 فیصد لوگ وجود باری تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور 71 فیصد امریکی موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین رکھتے ہیں۔

ایک اور رپورٹ کے مطابق 1970ء میں کلیسائی عبادت خانوں کے کل ممبران کی تعداد تیرہ کروڑ دس لاکھ تھی۔ 1980ء میں یہ تعداد بڑھ کر تیرہ کروڑ پچاس لاکھ ہوگئی۔ لیکن اگلے دو سالوں میں یہ تعداد تیرہ کروڑ ساٹھ لاکھ اور ساٹھ ہزار ہو چکی تھی۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ باقی ماندہ امریکی کتنے رہ جاتے ہیں۔

کلیسا سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ آپ کے خیال میں کتنا چندہ دیتے ہوں گے؟

1982ء کی رپورٹ کی رو سے جو کہ کافی پرانی رپورٹ ہے، یہ رقم ساٹھ ارب امریکی ڈالر سے زائد بنتی ہے۔ اس رقم سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کیا صورتحال ہوگی۔ اسی طرح امریکہ میں چرچ کے زیرِ کنٹرول کئی سو کالج، انسٹیٹیوٹ اور یونیورسٹیاں ہیں۔ 82-1981ء کی رپورٹ کے مطابق جسے اب کئی عرصہ ہو چکا، ایسے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد 1800 سے زائد تھی۔

کیا آپ کے خیال میں امریکہ میں مذہبی بیداری کی وہی کیفیت ہوگی جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہے کہ جہاں کوئی قابل قدر میگزین ہے نہ اخبار، نہ ریڈیو اسٹیشن، نہ ٹی وی اسٹیشن اور نہ مصنوعی سیارے کی مدد سے دور دراز علاقوں میں نشریات بھیجنے کا کوئی انتظام ہے۔ اسلامی ممالک کے برعکس امریکہ میں ابلاغِ عامہ کی صورت حال انتہائی ترقی یافتہ ہے۔ چرچ کے پادریوں کی ملکیت میں جو ذرائع ابلاغ ہیں، ان کی وسعت کا اندازہ اس مربوط نظام کے جائزہ کی صورت میں کیا جاسکتا ہے جو امریکا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ امریکہ میں مذہبی ٹی وی اسٹیشن کی نشریات میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ مکمل اعداد و شمار مہیا کرنا مشکل ہے۔ صرف دی 700 کلب کی رپورٹ کے مطابق اس کے پاس نشریاتی اسٹیشنوں کی تعداد ایک ہزار ہے جو بیک وقت ٹی وی اور ریڈیو کے لیے پروگرام پیش کرتے ہیں اور ایک ہفتہ میں اوسطاً گیارہ کروڑ پچاس لاکھ امریکی یہ نشریات دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ بعض رپورٹوں کے مطابق ان میں سے 45 فیصد ٹی وی کلیسا دیکھتے ہیں۔

''ٹی وی کلیسا'' (T.V Church) دراصل عیسائیت کی ایجاد ہے، جو مذہبی سہل پسندی کا شاخسانہ ہے۔ جس میں اتوار کے روز چرچ جانے کے بجائے ٹی وی کا بٹن دبا کر مذہبی شوق پورا کیا جاتا ہے۔ 1985ء میں مذہبی ٹی وی اسٹیشن ڈیڑھ ہزار اور ریڈیو اسٹیشن ایک ہزار دو سو کے قریب تھے جو روزانہ 17 گھنٹے کی نشریات دیتے ہیں (جبکہ اسلامی ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار بھی ذہن میں رہے کہ وہ کتنا وقت مذہبی پروگرام کے لئے دیتے ہیں)۔ گویا یہ نشریاتی ادارے 17 گھنٹے الحاد اور گمراہی کی دعوت دیتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ یہ تمام نشریاتی ادارے انتہائی جدید آلات سے لیس ہیں، جن میں اکثریت مصنوعی سیاروں کی مدد سے دور دراز

تک اپنی نشریات پہنچاتے ہیں۔

ان نشریاتی اداروں میں سب سے مشہور "The 700 Club" ہے جسے مشہور و معروف پادری ''پاٹ رابرٹسن'' چلاتا ہے۔ اسے CBN کہتے ہیں یعنی کرسچین براڈ کاسٹنگ نیٹ ورک۔ اسی طرح ''جمی سواگرٹ'' ایک مشہور و معروف پادری ہے، امریکہ میں سب سے بڑے ٹی وی اسٹیشن کا مالک ہے۔

## عیسائیوں کے مذہب پرست انتہا پسند قائدین

ان باتوں کے بعد اب ہم صرف امریکہ میں بنیاد پرست اور انتہا پسند قائدین کا ذکر ذرا تفصیل سے کرتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کی کیا سرگرمیاں ہیں؟ یہ بنیاد پرست ہر قسم کے وسائل سے بہرہ ور ہیں اور انہیں ہر طرح کا سیاسی و اخلاقی تحفظ میسر ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے مسلمانوں کو بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کا طعنہ سننا پڑتا ہے۔ اخبارات، ٹی وی اور بہت سارے لوگ الگ اسے ان کے خلاف آگ اُگلتے رہتے ہیں۔ مگر امریکہ میں عیسائی بنیاد پرستوں اور انتہا پسندوں کے لیے حالات بالکل برعکس ہے۔ آپ کے سامنے چند مثالیں اور ان کے کام آئیں گے۔ پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ امریکہ میں ان بنیاد پرستوں اور انتہا پسندوں کی کس طرح سرپرستی کی جاتی ہے، اور ہمارے ہاں راسخ العقیدہ مسلمان کی کس قدر عیب جوئی کی جاتی ہے۔

(1)

## جیری فال ویل

ان افراد میں سب سے زیادہ مشہور اور با اثر جیری فال ویل ہے، جو امریکہ میں ایک تنظیم (Moral Majority) ہے جو آج کل Liberty Federation کہلاتی ہے' کا بانی ہے۔ اس کا عقیدہ اس کی اپنی زبانی سنیں:

''درحقیقت اسرائیل کے لئے امریکی امداد اسرائیل کے نہیں بلکہ امریکہ کے اپنے اور صرف اپنے مفاد میں ہے۔''

ایک اور جگہ کہتا ہے:

''اسرائیل کے خلاف کوئی کاروائی کرنا دراصل خداوند کے خلاف کاروائی کرنا ہے۔''

وہ اپنی تقاریر میں عہدِ ابراہیمی کا پرچار کرتا رہتا ہے کہ:

''عنقریب میں اسرائیل پر برکت دینے والوں پر برکت دوں گا اور اس پر لعنت بھیجنے والوں پر لعنت''

وہ اپنی تقریر میں مزید کہتا ہے کہ:

''مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر امریکہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسرائیل کو مالی وعسکری امدادِ بہم پہنچانے میں کسی قسم کا تردد نہ کرے۔''

1948ء میں قیام اسرائیل پر اس نے اس واقعے کو تورات کی پیشین گوئی کے مصداق ٹھہراتے ہوئے کہا کہ:

''یہ خداوند کی قوم (یہود) کے ساتھ عہدِ وفا نبھاتے ہوئے خداوند کے برکت دینے کی دلیل ہے۔''

اسی طرح اس کا اگلا فقرہ امن سمجھوتہ کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں:

''یہوداور سامرا کے علاوہ جولان کی پہاڑیاں بھی اسرائیل کا حصہ ہیں اور یروشلم اور صرف یروشلم (بیت المقدس) ہی اسرائیل کا ابدی دارالحکومت ہے جس میں ہرگز بحث کی گنجائش نہیں ہے۔''

1982ء میں جب اسرائیل نے جب لبنان پر حملہ کیا اور بیروت پر اپنا قبضہ جمایا تو اس موقع پر جیری فال ویل نے کہا:

'' تورات کی کتابِ پیدائش میں اسرائیل کی حدود نیل سے فرات تک ہیں اور یہی ارضِ موعود ہے۔''

جیری فال ویل ارضِ موعود میں عراق، شام، ترکی، سعودی عرب، مصر، سوڈان، پورا لبنان، اردن اور کویت کو شامل سمجھتا ہے' اس دلیل پر کہ یہ علاقے کنعانیوں (عربوں) کے ہیں۔

''اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک ایسا دونگا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے۔''

(کتابِ پیدائش باب 17 آیت 8-7)

وہ مزید کہتا ہے کہ:

''اسرائیل کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ ایک بالش زمین سے دستبردار ہو۔ یہ خطہ تورات کا خطہ ہے جس کا وعدہ اس نے اپنے مؤمنین سے کر رکھا ہے۔''

قطر میں اپنے نشریاتی نیٹ ورک سے عربوں کو درشت لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

''عربوں کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں اور نہ ان سے خوشگوار تعلقات قائم ہو سکتے ہیں، کیونکہ عرب امریکی معاشرے کی اقدار کو مانتے ہیں اور نہ اس کا معاشی نظام پسند کرتے ہیں۔ نیز وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہیں۔''

جیری فال ویل صدر بش اول کا چہیتا ہے اور وہ اس کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:

''میں پوری دیانتداری سے اس یقین کا اظہار کرتا ہوں کہ اگر جیری فال ویل جیسی شخصیات پیدا ہوتی رہیں تو ہمیں آئندہ یہودیوں کے قتل عام جیسی رسوائی پھر نہ دیکھنا پڑے گی۔''

یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ عیسائی عقیدے کی رو سے سات اقوام لعنتی ہیں جن میں ایک قوم ''عرب'' ہے۔

(2)

# پاٹ رابرٹسن

دوسری انتہا پسند شخصیت پاٹ رابرٹسن کی ہے، جوٹی وی واعظ بھی ہے اور پورے امریکہ میں ٹی وی دیکھنے والے شائقین کے ہاں مقبول ہے۔ وہ اپنے ٹی وی نیٹ ورک سے بذریعہ مصنوعی سیارہ ساٹھ سے زائد ممالک تک نشریات بھیجتا ہے۔ اس کے ساتھ ٹیلیفون رابطے کی مفت سہولت موجود ہے اور بقول اس کے سالانہ چالیس لاکھ کالوں کے ذریعہ لوگ اس سے دینی مسائل کے سلسلے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ پاٹ رابرٹسن نے صدارتی الیکشن میں صدر بش اول کے مدمقابل اپنے کاغذاتِ نامزدگی بھی جمع کرائے تھے، جو بعدازاں واپس لے لئے۔ لیکن اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کس قدر اثر ونفوذ رکھتا ہے اور امریکی معاشرے میں ایک انتہا پسند متشدد عیسائی کے صدارتی الیکشن لڑنے کا امکان ہوسکتا ہے، لیکن سیاست صرف راسخ العقیدہ بنیاد پرست مسلمان پر حرام ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔

CBN نشریاتی نیٹ ورک پاٹ رابرٹسن کی ملکیت ہے، جس کی 24 گھنٹے نشریات جاری رہتی ہیں اور ان میں بیشتر مذہبی پروگرام ہوتے ہیں۔ پاٹ رابرٹسن نے ایک یونیورسٹی بھی قائم کر رکھی ہے جس کا نام نشریاتی ادارے کے نام پر CBN ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:

> ''اسرائیل اس بات سے آزاد ہے کہ کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ کرے۔ جب خدا کی مشیت ہی یہی ہے تو اسے کون ٹال سکتا ہے۔''

وہ مزید کہتا ہے کہ:

> ''اسرائیل کا ازسرِنو قیام تورات کی پیشین گوئی کے مطابق عہد وفا ہے اور نزولِ مسیح کا پیام ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہودی اب بھی خدا کی چنی ہوئی قوم ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور جو اسرائیل کو مبارک کہے ان کو خدا برکت دے گا اور جو اسرائیل کو لعنت کرے ان کو خدا لعنت کرے گا۔''

مزید برآں یہ کہ جنوبی لبنان پر 1982ء میں اسرائیل کے قبضے کے دوران اس نے وہاں اپنا ٹی وی اسٹیشن قائم کیا جس کا نام ''کرنِ امید'' رکھا۔ یہ پروگرام شام، عراق، ترکی، مصر، اور سعودی عرب کے شمالی علاقوں تک دیکھا جا سکتا ہے۔ ٹی وی اسٹیشن کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ:

> ''قرآن اور اسلامی تعلیمات روحِ انسانی کے عمیق تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہیں۔ مسلمان فرقہ بازی کا شکار ہیں، اشتراکیت کے دن گنے جا چکے جبکہ عیسائیت کا ستارہ عروج پر ہے اور اسی کی طرف ہم بلاتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں پر ناامیدی چھائی ہے مگر ان کے لئے انجیل کا پیغام قبول کرنے کا دروازہ کھلا ہے۔ ہمارے اس نشریاتی پروگرام کا مقصد بھی انجیل کے پیغام کو عام کرنا ہے۔''

اپنے ایک اور نشریاتی پروگرام میں پاٹ رابرٹسن نے کہا :

''جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل کی قدس پر کامیابی غیر یہودی اقوام کے زوال کی علامت ہے اور غیر یہودی اقوام کا زوال ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ کیونکہ نزول مسیح سے غیر یہودی اقوام کا خاتمہ ہو جائے گا اور میرے یہ نشریاتی پروگرام اس الٰہی حمایت کا جزو ہیں۔ جو خداوند نے اسرائیل کے ساتھ خاص کر رکھی ہے۔''

## (3)

## جارج اوٹس

انتہا پسند شخصیات میں تیسری اہم شخصیت جارج اوٹس (George Otis) ہے۔ وہ ایک تنظیم کا قائد ہے جو تورات کی حرفیت پر ایمان رکھتی ہے اور تورات کو خدائی نوشتہ مانتی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ تنظیم اسرائیل کے قیام کو مسیح کی آمدِ ثانی کا پیش خیمہ سمجھتی ہے اور اسرائیل سے ہر قسم کا تعاون کرتی ہے۔ جارج اوٹس نے اپنی ایک تقریر میں کہا :

''ہم اسرائیل میں بحالی امن کے لئے مصروفِ کار ہیں لیکن ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ پورے ارضِ مقدس یہودیوں کی ایسی میراث ہے جو نہ تو قابلِ انتقال ہے اور نہ غیر یہودیوں کے لئے قابلِ استعمال۔''

## (4)

## مائیک ایونس

## (Mike Evens)

ایک اور شخصیت کا مختصر تعارف یہاں ضروری ہے جو صدر بش اول کے گہرے دوستوں میں سے ایک ہے۔ اس کا نام مائیک ایونس (Mike Evens) ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے یہودی تھا یا اس کی ماں یہودی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ:

''امریکہ کے بقا کے لئے اسرائیل کا ہونا ضروری ہے لیکن خود اسرائیل کی بقا امریکہ کے ہونے یا نہ ہونے کی محتاج نہیں۔''

اس نے اپنے ایک اور بیان میں کہا کہ:

''مغربی کنارے سے اسرائیل کا انخلا پہلے اس کی اور پھر امریکہ کی فوری تباہی لائے گا۔''

اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا:

''اسرائیل کا مغربی کنارے سے دستبردار ہونا اور اس علاقے کا فلسطینیوں کو لوٹانا بلاشبہ تورات میں مذکورہ خدائی وعدے کی تکذیب کے مترادف ہوگا۔ جس سے نہ صرف اسرائیل کی ہلاکت ہوگی بلکہ امریکہ پر بھی خدا کا قہر نازل ہوگا۔''

مائیک ایونس نے امریکی عوام سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

''ان کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دیرینہ دوست کی تائید میں مزید آگے بڑھنا چاہئے اور انہیں میرے

نشریاتی پروگرام ''برکت اسرائیل'' کی بھی تائید کرنی چاہیے۔ کیونکہ استحکام اسرائیل کے لئے خدائے برتر نے مجھے اس پروگرام کا آغاز کرنے کا صریح حکم دیا ہے۔''

یعنی مائیک ایونس کے نشریاتی پروگرام خدا کی طرف سے الہام ہوئے ہیں جن کا مقصد لوگوں کو بشارت دینا ہے کہ:

''خدا کی برگزیدہ قوم نے اپنی زمین سنبھال لی ہے۔''

یہ پروگرام لاکھوں امریکی کے علاوہ لاطینی امریکہ کے عوام بھی خوب شوق سے دیکھتے ہیں۔ اس نے اپنے پروگرام میں کہا:

''عیسائی ہرگز وہ غلطی دہرانے والے نہیں جو آج سے 45 سال پہلے جرمنی سے سرزد ہوئی جب جرمنی نے خدا کی برگزیدہ قوم پر ظلم و جبر کیا''

یعنی اب یہودیوں پر ظلم کرنے کی کوئی جسارت نہیں کر سکتا۔

مائیک ایونس امریکی صدر اور اسرائیل کے وزیر اعظم کے نام ایک مراسلہ میں کہتا ہے کہ:

''ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قدس کا معاملہ خدائے قادر مطلق کی سپردگی میں ہے۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ خدا کا کلام ''مذاکرات'' کرنے کے لیے نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی بحث کی گنجائش ہوا کرتی ہے۔ تمام آسمانی کتابیں قدس کو اسرائیل کا روحانی مرکز اور یہودیوں کے مسیح کا مہبط (جائے نزول) سمجھتی ہیں''

وہ مزید لکھتا ہے:

''اور فلسطینی مقبوضہ علاقوں کے بالشت ایک ٹکڑے پر مذاکرات کی گنجائش ہے اور نہ بحث کی۔ کیونکہ اس قسم کا تصرف نہ امریکی صدر کے ہاتھ میں ہے اور نہ اسرائیلی وزیر اعظم ہی کسی جگہ سے دست برداری کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ قدس کا معاملہ بلاواسطہ خداوند کی سپردگی میں ہے''۔

محترم قارئین! مسلمانوں کو چاہیے کہ فتنۂ دجال سے آگاہی حاصل کریں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی بابت درست عقیدہ رکھیں۔ آپ کے خیال میں مسیحِ یہود کون ہیں؟ یہودیوں کا مسیح کا دراصل ''دجال'' ہے۔

## (5)

## جمی سواگرٹ

## (Jimmy Swaggert)

جمی سواگرٹ کا شمار امریکہ کے مذہب پرست انتہا پسند پادریوں میں سے ہوتا ہے۔ اس نے پروفیسر احمد دیدات رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ بھی کیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخص ہمارے ہاں بھی جانا جاتا ہے۔ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ابراہیمی عہد کا اطلاق اسرائیل کے علاوہ امریکہ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ خداوند اب بھی پکار رہا ہے جو اسرائیل پر برکت بھیجے، میں ان پر برکت بھیجوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا اور خداوند کی رحمت کی بدولت آج امریکہ مضبوط ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کی وجہ امریکہ کا اسرائیل سے تعاون کرنا ہے اور میری خداوند سے دعا ہے کہ یہ تعاون جاری رہے۔''

(6)

## ڈگلس کراکر

(Doughlas Chrocker )

ڈگلس کراکر ایک کٹر عیسائی ہے جو اسرائیل کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ :

''اسرائیل اپنے مؤقف کی ایسی صورت گری کے لئے جو امریکیوں کو قابلِ قبول ہو، ہمارے وسیع نشریاتی اسٹیشن بلا جھجک استعمال میں لاسکتا ہے۔ خواہ سماعی ہوں یا مرئی، نشریاتی اسٹیشن اسرائیل کے لئے حاضر ہیں۔ خداوند اسرائیل کو مضبوط فوجی قوت دیکھنا چاہتے ہیں اور جیسے جیسے اسرائیل کی فوجی قوت میں اضافہ ہوتا جائے گا امریکہ میں مذہبی دایاں بازو اپنی حمایت بڑھاتا جائے گا اور باہمی روابط مزید پختہ ہونگے۔''

(7)

## اسرائیل شاہاک

عیسائیوں کے ایک بڑے رہنما شاہاک نے اسرائیل سے کہا کہ:

''کسی بین الاقوامی قانون کے چکر میں نہ آنا اور نہ اقوام متحدہ کی قردادوں کے پھندے میں پھنسنا۔ یہودیوں کے لئے ان زیبائشی قواعد وضوابط سے وفاداری ہرگز جائز نہیں۔ جس فریب خوردگی کا نام بین الاقوامی قانون ہے اسرائیل اس دھجیاں بکھیر دے اور کیا چیز قانونی ہے اور کیا اخلاقی، اس کا تعین اپنی مرضی سے کرنا چاہیے۔ اس اصول کو بنیاد بناتے ہوئے کہ جو اسرائیل کے لئے بہتر ہو، اور اس کی مصلحت میں ہو، اسے کر گزرے۔ یہی قانون ہے اور یہی اخلاق ہے اور یہی شریعت......''

وہ مزید کہتا ہے کہ:

''دائیں بازوں سے تعلق رکھنے والے نو وارد عیسائی اسرائیل کی کسی بھی فوجی کاروائی یا خون ریزی سے درگزر کرنے کو تیار ہیں''۔

اس کے علاوہ " الانجلیون العسکریون "کی مؤلفہ اپنی کتاب میں لکھتی ہے:

''انجیل مقدس پر سختی سے ایمان لانے والے چار کروڑ افراد اس پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ اسرائیل عربوں کے جن جن علاقوں کو لے سکتا ہو لے لے، کیونکہ یہ خواہش خود خدا کی اپنی ہے۔''

وہ مزید کہتی ہے:

''ہم عیسائی ہوتے ہوئے نزول مسیح کی تاخیر کا باعث بن رہے ہیں کیونکہ ہم اسرائیل کو مزید فلسطینی علاقے حاصل کرنے میں مدد نہیں کر رہے''۔

قارئین ! اندازہ لگائیں ،اگر نئی یہودی بستیاں نہ بسائی گئی تو اس سے مسیح علیہ السلام کی آمد میں تاخیر ہوگی ۔یہی وجہ ہے کہ تمام امن کانفرنس، مذاکرات اور معاہدوں کے علی الرغم اسرائیل مسلسل اپنی بستیاں بڑھا رہا ہے،خواہ مغربی پٹی کا علاقہ ہو یا جولان کا،اور ان تجاوزات میں اسرائیل کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔وہ اسرائیل سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ خبردار کسی کی باتوں میں آکر قبضہ مہم چھوڑ نہ دینا۔ایسا شخص دراصل نزول مسیح علیہ السلام میں تاخیر کا باعث ہے کیونکہ نزول مسیح علیہ السلام کے لیے ضروری ہے کہ یہودی اکٹھے ہوں اور ان کی سلطنت وسیع ہو۔

عیسائی کے ان تمام انتہا پسند رہنما کے اقوال کے تناظر میں اگر یہودیوں کے مذہبی رہنما ''ربّی'' کے اقوال ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہودیوں نے کس طرح ''عالم عیسائیت'' کے عقیدہ میں اپنے مذہبی نظریات کو شامل کر کے اپنے قابو میں کر کھا ہے اور کس طرح ان کے مذہبی رہنما ''یہودیوں کے عزائم'' کو شعوری اور غیر شعوری طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔۔یہودیوں کی عالم عیسائیت پر مضبوط گرفت کا نمایاں ترین مظہر چند سال پہلے کا ''پاپائے روم'' کا وہ حکم نامہ ہے جس میں وہ ہزار سال پرانے عقیدے کے برعکس یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل سے بَری کر دیا گیا ہے۔

ع   ہے فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں

ربی جائی گرین اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے :

''یہودی تاریخ میں ایسا تعلق کسی قوم کے ساتھ نہیں رہا جیسا اسرائیل اور امریکہ کا ہے''

ربی Manis Freidman کہتا ہے :

''ہمارا امریکہ پر دارومدار ہے لیکن ہم وہاں موجود نہیں، چناچہ یہ ہماری قوم کی ترقی ہے کہ ہم باہر رہ کر بھی کسی ملک پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔''

وہ مزید کہتا ہے:

''اسرائیل ہمیشہ امریکہ کا محتاج رہا۔ تاہم اس کے قیام کے وقت اس کی مدد امریکہ کے علاوہ روس نے بھی کی، فرانس نے بھی کی اور چیکوسلواکیہ نے بھی کی۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ جن ممالک سے ہمارے تعلقات خراب ہوئے تو آخر ان کا انجام کیا ہوا۔ چنانچہ ایسا نہیں کہ ہمارا دارومدار صرف امریکہ پر ہے بلکہ امریکہ کا دارومدار ہم پر ہے اور ہم اپنی ''روحانیت'' کے ذریعے امریکہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ دوطرفہ رشتہ ہے اور یہ ہم دونوں کے مفاد میں ہے''

11 فروری 2007 کو یہ خبر ذرائع ابلاغ میں شہ سرخیوں کے ساتھ آئی کہ عالمِ اسلام کے احتجاج کے باوجود اسرائیلی کابینہ نے مسجد اقصیٰ کے قریب کھدائی کا کام جاری رکھنے کی منظوری دی اور اسرائیلی وزیر اعظم ایہود المرٹ نے برملا اعلان کیا کہ:

'' مسجدِ اقصیٰ کی شہادت سے اسرائیل کو کوئی خطرہ نہیں۔ مسجد اقصیٰ کے خلاف جاری کاروائی مسجد کی شہادت اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر تک جاری رہے گی''

آپ حیران ہونگے کہ، یہی وجہ ہے بانئ پاکستان قائدآعظم محمد علی جناحؒ نے آج سے 60 سال قبل امریکی حکومت کی اسرائیل نواز پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''میں امریکی صدر ٹرومین سے پوچھتا ہوں کہ وہ یہودیوں کو فلسطین میں ہی کیوں آباد کرنا چاہتے ہیں؟ امریکی حکومت کے عربوں سے کیے گئے وعدے کہاں گئے؟ شاید انہیں کمزور اور بےبس سمجھ کر دبایا جا رہا ہے۔ مگر ٹرومین کا یہ فعل وعدہ خلافی اور ناانصافی پر مبنی ہے۔ ٹرومین اور حکومت امریکہ ''مجرم'' ہیں جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ مجرموں (امریکہ اور اس کے اتحادیوں) کے ناپاک ارادے کبھی پورے نہ ہوں گے۔ ہم مسلمانانِ ہند فلسطین کے ساتھ ہیں۔ ہم اس ''مقدس جنگ''(The Holy War) میں اپنا مال وجان اور اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ امریکہ اور برطانیہ کی حکومتیں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ تمام اسلامی دنیا اپنی جانیں دیکر ان سے ٹکرا جائے گی اور فرعونی دماغ پاش پاش کر دے گی۔''

(8 نومبر، 1945ء، بمبئی میں جلسۂ عام سے خطاب)

''فلسطین کے سرفروشوں کو ''باغی'' کہا جاتا ہے اور ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ''غازی'' اور ''شہید'' ہیں۔ سرمایہ دار یہودیوں کے مفادات کی خاطر عربوں کے ساتھ بےانصافی کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے مسلمان اس معاملے میں خاموش نہیں رہ سکتے اور وہ اپنے فلسطینی بھائیوں کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔''

(بمقام آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم کے زیر صدارت، 9، اکتوبر 1938ء)

''فلسطین کی امداد کے لئے مسلمان وہ سب کچھ کر دکھائیں گے جو ان کے بس میں ہوگا۔اس سلسلے میں مسلمان کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے کیوں کہ ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ فلسطین مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائے......اور جو کچھ ہم سے ہو سکے گا' ہم کر گزریں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو ''تشدد'' سے بھی منہ نہ موڑیں گے۔''

(نیویارک ٹائمز کو قائداعظم کا انٹرویو، 13 فروری 1946ء)

یہ بات بہت کم لوگوں کو پتا ہے کہ جب پاکستان کے پہلے وزیراعظم قائد ملت لیاقت علی خان کے دورۂ امریکہ کے موقع پر یہودیوں نے اُن کے لئے ایک اعزازیہ کے اہتمام کیا اور اس میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں بہت زیادہ مراعات اور امداد کی پیشکش کی۔جس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا جو آج ہمارے اُن لوگوں کے منہ پر چماٹہ ہے جو اسرئیل کو تسلیم کرنے کے لئے بیتاب نظر آتے ہیں۔اُن کا جواب تھا:

" Gentlemen ! Our Soul are not for sale"

''حضرات! ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں ہیں''

کیا آج اُن لوگوں کو اور خاص کر پاکستان کے حکمرانوں کو بانیٔ پاکستان اور قائد ملت کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں اتنی آسان اور سہل بات سمجھ نہیں آ رہی کہ عالمِ اسلام کی اسرائیل کے ساتھ دشمنی کی اصل وجہ کیا ہے۔

## دنیا تباہی کے دہانے پر

مذکورہ بالا تمام باتوں کی روشنی میں اب یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہود اور عیسائیوں کا مستقبل کے بارے میں کیا نظریہ ہے......؟؟
آپ کو یہ جان کر بھی سخت حیرت ہوگی کہ آج پیار و محبت اور امن و آشتی کا دم بھرنے والے عیسائی دراصل ایک عظیم ترین اور تباہ کن جنگ، جس کو ہم Third World War یا The Last Crusade یا Clach of Civilization کہہ سکتے ہیں، کا انتظار اور اس کی تیاریاں کر رہے ہیں۔اس جنگ کو بائبل میں ہرمجدون یا آرمیگاڈن (Armageddon) کہا گیا ہے۔اور آپ کو یہ جان کر بھی حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ اس تباہ کن جنگ کی خبر دیتے ہوئے خود اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو " الملحمة العظمیٰ" اور "الملحمة الکبریٰ" یعنی ''بڑی عظیم اور تباہ کن جنگ'' اور اس کی ہلاکت خیزی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(اس جنگ میں) اتنی کثیر تعداد میں لوگوں کی ہلاکت ہوگی کہ ایک پرندہ گزرتا ہوا ان لاشوں پر سے گزرتا ہوا چلا جائے گا اور اس کو زمین پر اترنے کی جگہ نہیں ملے گی یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر اُن لاشوں پر ہی گر جائے گا۔''

(مسلم)

اس سلسلے میں اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے کیا عقائد ہیں اس کے لیے ہمیں تحریف شدہ تورات اور بائبل اوران کے مفکرین کے اقوال کوتفصیل سے جاننے کی ضرورت ہے۔

''سب شیطانی روحیں اور دنیا جہاں کی فوج سب کی سب ''ہرمجدون'' نامی جگہ میں جمع ہوں گی''

(سفر الرویا ۔16.16)

جمی سواگرٹ کہتا ہے:

''میں چاہتا تھا کہ کہہ سکوں کی ہماری صلح ہونے والی ہے مگر میں آنے والے ''ہرمجدون'' کے معرکے پر ایمان رکھتا ہوں' بے شک ہرمجدون آکر رہے گا' وادی مجدون میں گھمسان کا رن پڑے گا۔وہ آکر رہے گا۔ صلح کے جس معاہدہ پر وہ دستخط کرلیں' معاہدہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔تاریک دن آنے والے ہیں''

(Prophecy & Politics ,page 37)

یادرہے کہ ''ہرمجدون'' عبرانی زبان کا لفظ ہے جو دو مقطعوں سے مل کر بنا ہے۔عبرانی زبان میں ''ہر'' کے معنی پہاڑ اور ''مجیدو'' فلسطین کی ایک وادی کا نام ہے۔آنے والی جنگ کا یہی میدان ہوگا جو شمال میں ''مجیدو'' سے لیکر جنوب میں ایدوم تک 200 میل کے فاصلے پر پھیلا ہوا ہے۔مغرب میں یہ میدان بحرابیض متوسط سے اور مشرق میں موھاب کے ٹیلوں تک 100 میل کے فاصلہ تک چلا گیا ہے۔ اورل رابرٹسن اس معرکے کے بارے میں کہتا ہے:

''کچھ ہی سالوں میں ہر چیز اپنے انجام تک پہنچ جائے گی۔عنقریب بہت بڑا عالمی معرکہ ہوگا یعنی ہرمجدون یا مجیدو کے میدان کا معرکہ ہوگا''۔

امریکہ کا معروف انتہا پسند ٹی وی واعظ پاٹ رابرٹسن کہتا ہے:

''امن سمجھوتہ کرنے کی میری بڑی خواہش تھی اور میں اس کا اظہار بھی کرنا چاہ رہا تھا مگر امیر ایمان اس کی اجازت نہیں دیتا۔کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ''ہرمجدون'' کا واقعہ ضرور ہوگا۔آخری فیصلہ کن معرکہ قریب ہے۔ ہرمجدون ہوئی کے ہوئی اور یہ معرکہ وادی مجدون میں ٹھنے گا۔بس سمجھو کہ یہ جنگ ہو چکی۔''

جیری فال ویل کہتا ہے:

''بے شک ہرمجدون ایک حقیقت ہے اور حقیقت بھی اصلی' مگر اللہ کا شکر ہے کہ زمانہ کہ خاتمہ پر واقع ہوگی۔''

وہ مزید کہتا ہے:

''امن کی توقع حماقت ہے۔تمام کوششیں جو امریکہ اور دوسرے ممالک کر رہے ہیں حماقت کے ڈانڈے ہیں۔ کیونکہ یہ کوششیں کتاب مقدس کے خلاف ہیں''

وہ مزید کہتا ہے:

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم آخری زمانے میں رب (عیسیٰ علیہ السلام) سے پہلے تک زندہ رہیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بچے پوری زندگی پاسکیں گے۔“

سابق امریکی صدر رونلڈ ریگن کا قول ہے:

”موجودہ نسل ہرمجدون کا معرکہ ضرور دیکھے گی، یہ کل بھی رونما ہوسکتا ہے“

جم رابرٹسن(Jim Robortson)ایک کٹر انتہا پسند عیسائی لیڈر رہے اور امریکی حکومت میں اچھا خاصہ اثر ورسوخ رکھتا ہے۔ایک دفعہ صدر ریگن نے اپنی پارٹی کی افتتاحی تقریب میں اس سے دعاء کی درخواست کی۔اس پر جم رابرٹسن نے کہا:

”اس وقت تک امن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک مسیح آ نہ چکیں۔“

اس نے مزید کہا:

”نزول مسیح سے پہلے امن کی خوشخبری دینا کفر بواح (اعلانیہ کفر) ہے۔“

انجیل کے پادریوں کے سابق رئیس ”بیلی گراہم“ نے 1970ء میں تنبیہ کے انداز میں کہا تھا:

”دنیا بڑی تیزی کے ساتھ ہرمجدون کی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے۔نوجوانوں کی موجودہ نسل تاریخ کی آخری نسل ہوگی“

ہال لینڈسی(Hall Lyndsi)اپنی کتاب ”سب سے بڑے کرۂ ارضی کا خاتمہ“ نامی کتاب میں کہتی ہے:

”وہ نسل جو 1948ء میں پیدا ہوئی وہ عیسیٰ کی دوبارہ پیدائش کا مشاہدہ کرے گی“

عیسائی کا یہ عقیدہ ہے کہ (Armageddon) کی عظیم ترین جنگ وہ ہمارے اور بت پرستوں کے درمیان ہوگی۔وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ ”ایٹمی جنگ“ ہوگی،جس میں نزول مسیح ہوگا اور ایمان والے ان کے ساتھ بادلوں سے اوپر چلے جائیں گے اور بت پرستوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔

آپ شاید اس بات کو نہ جانتے ہو کہ عیسائی ”کنعانیوں“ یعنی مسلمانوں کو بت پرست کہتے ہیں اور انہی کا خاتمہ مقصود ہے،جبکہ مسیح کی مدد سے پوری دنیا کے عیسائی سرفراز ہوگے۔یعنی شگاگو اور پیرس کی برہنہ طوائفیں ”شریف زادیاں“ کہلائیں گی۔یہ جنگ کنعانیوں کے نیست ونابود ہونے پر ختم ہوگی اور مسلمان صفحۂ ہستی مٹ جائیں گے۔یہ ہے وہ عقیدہ جس پر عیسائی کاربند ہیں۔اس سلسلے میں عیسائی کو مذہبی رہنما کیا کہتے ہیں؟

سکوفیلڈ کا قول ہے:

”مخلص عیسائیوں پر واجب ہے کہ وہ اس واقعہ کو خوش آمدید کہیں کیونکہ ہرمجدون کے آخری معرکہ کے شروع ہوتے ہی مسیح (علیہ السلام) ان کو بادلوں میں لے جائیں گے(اس طرح) وہ بچ جائیں گے اور ان کو

تکالیف ہرگز سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو روئے ارضی پر جاری ہوں گی۔''

امریکہ کا ادیب گریس ہالسل کا کہنا ہے:

''عیسائیوں کی طرح ہمارا ایمان ہے کہ کچھ عرصے میں تاریخ انسانی ہرمجدون کا معرکہ کے ساتھ ہی ختم ہو جائی گی۔ اس معرکہ کے سر پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کا تاج ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام واپس آ کر زندوں اور مُردوں پر ایک ساتھ حکومت کریں گے۔''

میناجرجس اپنی کتاب ''رب کی آمد کی علامات'' میں لکھتا ہے :

''وہ علامات جن کا ذکر رب نے انجیل مقدس میں کیا ہے وہ ان دنوں پوری طرح واضح ہونے لگی ہیں اور ہم انہیں اپنی زندگی میں صاف صاف دیکھ رہے ہیں۔ یہ گویا اس بات کی دعوت ہے کہ بادلوں پر چل کر آنے والے رب کے استقبال کے لئے ہم پوری طرح تیار ہو جائیں۔''

ان تمام بیانات کی روشنی میں امریکی فوج کے جنرل ابی زید کا حالیہ بیان قابل غور ہے، جوانھوں نے Nov 18, 2006 کو امریکہ میں The United States Army War College in Carlisle, Pennsylvania میں کہے:

"The top U.S. military commander for the Middle East says :
the United States must confront Islamic extremism, or face
the prospect of World War III."

''امریک کو چاہیے کہ وہ اسلامی انتہا پسندی کو روکے ورنہ وہ تیسری عالمی جنگ کے لئے تیار ہو جائے''

اور اس کے بعد برطانوی وزیراعظم ٹونی بلئیر نے Nov 19, 2006 دورۂ پاکستان کے دوران جنرل ابی زید کے بیان کو دہرایا کہ:

"Find a way to stem the rise of Islamic militancy,
it will face a third world war"

''اگر اسلامی انتہا پسندی کو نہ روکا گیا تو تیسری عالمی جنگ شروع ہو سکتی ہے۔''

ان دونوں شخصیات کے بیان کے تناظر میں ہم روزنامہ جنگ میں Nov 23, 2006 کو پاکستان کے مشہور صحافی جناب حامد میر صاحب کا ایک آرٹیکل ملاحظہ کریں تو ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ اور مغرب کس قدر تیاری کر رہے ہیں

تیسری عالمی جنگ یا باالفاظِ دیگر''ہر مجدون''(Armageddon) کی، جناب حامد میر صاحب راقم طراز ہیں :

''امریکی سینٹرل کمان کے سربراہ جنرل جان ابی زید نے کوئی نئی بات نہیں کی ......امریکہ کے لاتعداد مذہبی ٹی وی چینل اور ریڈیو اسٹیشنوں سے روزانہ تواتر کے ساتھ یہ کہا جارہا ہے کہ تیسری عالمی جنگ قریب ہے۔ امریکا کے دو مشہور مذہبی دانشور''جیری فال ویل'' اور ''پیٹ رابرٹسن''کئی سال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تیسری عالمی جنگ مسلمانوں کے ساتھ ہوگی اور اسی جنگ کے دوران حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ گزشتہ دنوں''لاس ویگاس''میں ایک کانفرنس کے دوران کئی مقررین نے وہی بات کی جو جنرل جان ابی زید کے حوالے سے پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ میں نمایاں کی گئی۔ جنرل جان ابی زید نے کہا کہ اگر اسلامی عسکریت پسندی کا خاتمہ نہ ہوا تو''تیسری عالمی جنگ''شروع ہوسکتی ہے۔لاس ویگاس کی کانفرنس میں ایک مقرر کی پوری تقریر تیسری عالمی جنگ کے بارے میں تھی۔ان کا کہنا تھا کہ اسامہ بن لادن امریکا کے اندر ایک نئے حملے کی منصوبہ بندی کر چکے ہیں اور اس حملے کے بعد تیسری عالمی جنگ شروع ہوجائے گی......

یقیناً اس کانفرنس کے اکثر مقررین کے خیالات امریکی حکومت کی اعلانیہ پالیسیوں کی ترجمانی نہیں کر رہے تھے لیکن جنرل جان ابی زید کے حالیہ بیان نے مجھے یہ سوچنے کا حق ہے کہ شاید امریکی فوج کی قیادت تیزی سے مذہبی انتہا پسندی کی طرف بڑھ رہی ہے' امریکی کمانڈر آج صرف اسلامی عسکریت پسندی کے خلاف بول رہے ہیں لیکن کل وہ بھی جیری فال ویل، پیٹ رابرٹسن اور رابرٹ اسپنسر کے ترجمان بن سکتے ہیں......

دلچسپ نکتہ یہ بھی ہے کہ تیسری عالمی جنگ کے حوالے سے مسلم علماء کی ایک بڑی اکثریت بھی وہی خیالات رکھتی ہے جن کا اظہار جیری فال ویل اور پیٹ رابرٹسن سے لیکر جنرل جان ابی زید کرتے ہیں۔معروف سعودی عالمِ دین''ڈاکٹر سفر الحوالی''1994ء سے کہہ رہے ہیں کہ امریکی پالیسیوں کے باعث دنیا ایک تیسری عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن ان کا دعویٰ ہے کہ اس فیصلہ کن جنگ میں آخر کار فتح مسلمانوں کی ہوگی۔''

یہ وہ حالات جن سے اس دنیا کا اور خاص کر مسلمانوں سے سابقہ پیش آنے ولا ہے۔اس آنے والے طوفان کی وسعت اور ہلاکت خیزی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ مغرب اور امریکہ میں آسودہ حال مسلمان بھی اس کے فتنہ انگیزیوں سے بچ نہ سکیں گے بلکہ حالات کی سنگینی بتلارہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی مال اور جان کے حفاظت اور زندگی گزارنا مشکل ہوجائے گا۔اس حوالے سے جامعۃ الازہر کے پروفیسر امین محمد جمال الدین اپنی کتاب میں''امریکہ اور یورپ میں رہنے والے مسلمانوں سے اپیل''کے عنوان سے ایک فصل باندھتے ہوئے کہتے ہیں :

''اپنے ملک اور وطن کی طرف چلے آؤ۔اپنا بستر بوریا باندھ لو' ارادوں کو پختہ کرلو۔لوٹتے ہوئے' توبہ کرتے ہوئے اور اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے ہوئے کوچ کر جاؤ۔تم وہاں (امریک اور یورپ) پُر امن اور خوشحال زندگی گزار رہے تھے' آج وہاں خوف وایذا کی فضا ہے

'اور کل جورہ جائے گا قتل وغارت گری کا شکار ہوجائے گا۔ ہاں! قتل وفنا۔ اسی بات سے تمہارے محبوب ومعصوم نبی ﷺ نے آگاہ کیا ہے اور ہم اس خطرناک اور اہم بیان میں تبلیغ کا فرض ادا کررہے ہیں۔

امام بخاریؒ کے شیخ نعیم بن حماد نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو عرب باقی رہ جائے گے رومی اُن پر لپک پڑیں گے اور اُن کو قتل کردیں گے' یہاں تک کہ روم کی سرزمین میں کوئی عرب مرد' عورت یا بچہ قتل ہوئے بغیر باقی نہ بچے گا۔''

(كتاب الفتن' باب الاعماق وفتح القسطنطنية، ص ٢٦٠)

محبوب نبی ﷺ کے اس قول کی طرف دھیان دو: ''نہ عربی مرد' نہ عربی عورت اور نہ عربی بچہ''۔ آپ ﷺ نے مسلم او ر مسلمہ نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے صرف عربی اور عربیہ کہا ہے' کیونکہ رومی ان پر لپکیں گے جس کا عربی ناک نقشہ ہوگا' خواہ وہ عیسائی کیوں نہ ہو اور نماز بھی نہ پڑھتا ہو' وہ بغیر تمیز کے ہر ایک کو قتل کردیں گے۔ سلسلہ کلام نفی میں ہے اور اسم نکرہ استعمال ہوا ہے جو عمومیت کا قاعدہ دیتا ہے' یعنی ان ممالک میں جو بھی رہ گیا اور اپنے وطن نہ لوٹا بلکل نہ بچ پائے گا۔ سوائے عقل والوں! عبرت حاصل کرو۔''

## دنیا کس کی آمد کی منتظر ہے؟

دنیا کے تین بڑے مذاہب کے پیروکار یعنی عیسائی' یہودی اور مسلمان تینوں ایک ایسے عظیم رہنما کی آمد کے منتظر ہیں جو قیامت کے ظہور سے پہلے ایک بڑے اور خونریز معرکے کی قیادت کریں گے اور تینوں مذاہب اس شخصیت کو مسیح یا مسایا کہتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائیوں کی طرح یہود اس کی آمد کے یوں منتظر ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ یہ شخص کرۂ ارض پر خدا کی بادشاہت قائم کرے گا اور اس کا تعلق حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے ہوگا اور اس کے لبوں کی جنبش سے دیگر اقوام کا خاتمہ ہوجائے گا۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک کو ریاست اسرائیل کا ماتحت بنادے گا اور وہ آج فلسطین کے علاقے میں جمع ہوکر اسرائیل کے علاقے میں اپنی حکومت قائم کرکے اُس مسیح کا انتظار کررہے ہیں جو دنیا میں آنے کے بعد یروشلم یعنی بیت المقدس کے مقام پر اپنا دارالحکومت قائم کرے گا۔ ان تمام کاموں کو پایۂ تکمیل کس طرح پہنچانا ہے؟ اس بارے میں ایک یہودی ربی کہتا ہے:

''مسلمانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ انہیں خود مسجد گرانا ہوگی۔ اگر ہم یہ کام کریں تو اچھا نہ ہوگا اگرچہ ہم ایسا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بہت اچھا ہوتا کہ عراق کا چلایا ہوا کوئی میزائل مسجدِ اقصیٰ پر گرجاتا اور ہمارا کام بن جاتا لیکن ہم حادثاً مسجد گرانا نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح ہمارے مسیح کا ظہور نہیں ہوگا''

ایک اور ربی کہتا ہے:

''یہودی بادشاہ (دجّال) حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے ہوگا۔ انہیں مسیح یوں کہتے ہیں کہ ان کا

حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے ہی ہونا ضروری ہے۔‘‘

’’مسیح (دجّال) کے آنے تک ہم خودمختاری حاصل نہیں کر سکتے۔ہم سب یہودی اسرائیل آ گئے ہیں۔
ہم ہیکلِ سلیمانی بنائیں گے اور وہاں اپنے بادشاہ کا انتظار کریں گے‘‘

یہودی ربی Manis Freidman کہتا ہے:

’’ہم ہزاروں برس سے مسیح کے منتظر ہیں اور اس کے آنے کے بعد ہم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جا سکے گا‘‘

یہودیوں کو یقین ہے کہ جب تک مسجدِ اقصیٰ کو شہید کر کے اس کی جگہ تیسری بار ہیکل سلیمانی (Third Temple of Solomon) تعمیر نہیں ہوگا' ان کا نجات دہندہ بادشاہ نمودار نہیں ہوگا۔جو دنیا میں ان کی عظمتِ گم گشتہ کو واپس لائے گا۔ان کی قیادت کرنے والا یہ شخص ان کے ایمان کے مطابق ہیکل کی مغربی دیوار کے بند کئے گئے دروازے کھول کر باہر نکلے گا۔(یاد رہے کہ فروری 2007 میں مسجد اقصیٰ کی مغربی دروازے کو ہی گرایا ہے) یہودی صدیوں سے اپنے مردے اس دروازے کے سامنے دفناتے ہیں اور ان کا ایمان ہے کہ ان کے بادشاہ کے آنے کے بعد یہ تمام مُردے اُٹھ کر اسے سجدہ کریں گے اور دنیا پر فتح حاصل کریں گے۔وہ اس بادشاہ کو ’’مسیح‘‘ کہتے ہیں اور ہمارا ایمان یہ ہے کہ یہودیوں کا یہ رہنما ہی وہ دجّال ہوگا جس کی خبر ہمیں محمد کریم ﷺ نے دی ہے۔

ہم مسلمان جس شخص کو ’’دجّال‘‘ کہتے ہیں' عیسائی اُس شخص کو Anti Christ کہتے ہیں اور ہمارا اور عیسائیوں کا ایمان ہے کہ جس شخصیت کے روئے زمین پر آ کر ایک آخری معرکے میں باطل کے خلاف حق کی قیادت کرنے کی پیشینگوئی کی گئی ہے وہ شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ جنگ عیسائیوں کے مطابق Anti Christ اور ہمارے مطابق دجّال سے ہوگی جس کو یہودی اپنا مسیح سمجھتے ہیں۔

لیکن غور طلب بات ہے کہ مسلمان اور عیسائی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی اصل مسیح تسلیم کرتے ہوئے یہودی رہنما کو Anti Christ یعنی دجال مانتے ہیں تو پھر عیسائی مسلمانوں کے بجائے یہودیوں کا ساتھ کیوں دیتے ہیں اور وہ ریاست اسرائیل کی حمایت کیوں کرتے ہیں خصوصاً انہیں جب یہ بھی یقین ہے کہ مسیح علیہ السلام اس دجّال کو بالآخر ہلاک بھی کر دیں گے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت تک نزول مسیح نہیں ہوگا جب تک بیت المقدس گرا کر یہودی ہیکل سلیمانی نہیں بنا لیتے اور جب تک Greater Israel قائم نہیں ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ یہودی مسجدِ اقصیٰ کی شہادت اور اس کے مقام پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لئے مکمل تیار ہیں اور یہودی اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس قدر بے تاب ہیں کہ 1979ء میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں 5 ٹن وزنی مقدس پتھر ملا ہے جو ہیکل سلیمانی کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔اس کے بعد سے آج تک یہودی انتہا پسند ان پتھروں کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں جو ان کو ہیکل کی تعمیر کے لئے 6 بلین کی تعداد میں چاہیے۔معروف خبر رساں ادارے ’’اے ایف پی‘‘ کی اگست 1997ء میں جاری ہونے والی خبر کے مطابق امریکہ میں یہودی ماہرین تعمیر ہیکلِ سلیمانی کا نقشہ تیار کر کے اس کے بلیو پرنٹ اسرائیلیوں کو بھیج رہے ہیں۔

لیکن تعمیر کے آغاز کے لئے انہیں خدا کی طرف سے اشارے کا انتظار ہے اور وہ اشارہ سرخ گائے کی شکل میں ہوگا جسے وہ ذبح کر کے جلائیں گے اور اس کی راکھ سے اسرائیل کے عوام کو پاک کیا جائے گا جس سے ہیکل میں کوئی بھی ناپاک داخل نہ ہوگا۔ اس سرخ گائے کی پیدائش کی خبر کئی بار ملی ہے۔ اسی طرح آثارِ قدیمہ کی تلاش کے نام پر مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصغریٰ دونوں کے نیچے وسیع وعریض سرنگیں کھودی جا چکی ہیں۔ یہ کام دہائیوں سے منظّم طریقے پر کیا جارہا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ دونوں عمارتیں اس وقت کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی ہیں معمولی سا ارتعاش انہیں زمین بوس کرسکتا ہے۔ اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ سرنگیں کھودے جانے کا مقصد ہیکل سلیمانی کی باقیات کی تلاش ہے۔

## ہمارا ایمان......!!

ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کے سچے وعدے پر ہے جبکہ عیسائی من گھڑت اور جھوٹے وعدے پر یقین رکھتے ہیں جو سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور دونوں وعدوں کی حقیقت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جو لوگ تحریف شدہ تورات میں مذکور من گھڑت عہد پر یقین رکھتے ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ مسیح دجال پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اسرائیل کے منصوبہ سے موافقت کرتا ہے وہ بلاشبہ مملکت دجال کی تاسیس میں معاون ہے اور اپنی تمام صلاحیتیں توراتی پیشین گوئیوں کو سچا ثابت کرنے اور صیہونی اہداف کے پورا کرنے میں کھپا رہا ہے۔

الحمد للہ، جس وعدے پر ہمارا ایمان ہے اس کی سند قرآن وحدیث ہے۔ بات ختم کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم آپ کو سچے وعدے کی بابت چند بشارتیں چلیں۔ ان بشارتوں پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم اپنی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں جس میں ہم کلام اللہ کی یہ آیات بھی پڑھتے ہیں:

﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝﴾

(سورۃ الفاتحۃ)

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا' جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔''

اللہ کا غضب بھڑکا یہودیوں پر اور گمراہی کی راہ عیسائیوں نے اختیار کی۔ ہم ہر رکعت میں ان کے مزعوم وعدے کی منسوخی کا اعلان کرتے ہیں جو سراسر باطل اور من گھڑت ہے۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام سے ایک عہد باندھا گیا تھا، جس کا ذکر ہم نے شروع میں کیا تھا' جو امت محمدیہ ﷺ کے حق میں ہے۔ قرآن کریم بھی اس عہد کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں کرتا ہے:

﴿وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۱۲۴)

''جب ابراہیم علیہ السلام کوان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا' عرض کرنے لگے: اور میری اولاد کو' فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد یہ دعا مانگی تھی:

﴿رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّکَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۲۸)

''اے رب ہمارے تو بنا ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار اور ہماری اولادوں میں سے اپنی ایک فرمانبردار اُمت اُٹھا اور ہمیں سکھا اپنی عبادت کے طریقے اور ہم پر نظرِ کرم فرما بے شک تو ہے ہی نظر کرم کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۲۹)

''اے ہمارے رب! ان میں سے ہی رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے' یقیناً تو غلبہ رکھنے والا اور حکمت والا ہے''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ان دعاؤں سے مراد رسول کریم ﷺ اور آپ کی امت ہے اور انہیں کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وہ عہد باندھا گیا تھا، جس کا ذکر تورات میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں''

(الفتح الربانی' جلد ۲۰' ص ۱۸۱، ۱۸۹)

﴿وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ﴾

(سورۃ الصف:۶)

''اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کی وہ جو اس نے کہی تھی کہ ''اے بنی اسرائیل، میں تمہاری

طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہو اس تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی ہے،
اور بشارت دینے والا ہو ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔''

چنانچہ تورات میں بھی مذکور ہے کہ:

''میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا' (کوئی) نہ سنے تو میں ان کا حساب لوں گا۔''

(کتاب استثناء۔باب 18۔آیت 15-19)

اور قرآن کریم نے بھی واضح اعلان کر دیا کہ:

﴿مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۞
اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

(سورۃ آل عمران: ٦٧)

''ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ یکسو مسلم تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔
سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم علیہ السلام سے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن کا کہا مانا اور یہ نبی (محمد ﷺ)
اور وہ لوگ جو (اس نبی ﷺ پر) ایمان لائے' اور اہل ایمان کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔''

امت محمدی ﷺ ہے جس پر اللہ کی رحمتیں برکت نازل ہوئی اور اللہ اُن کی آبادی میں اضافہ کرتا جا رہا ہے اور اس امت نے اپنے اندر تمام اقوام اور قبیلوں کو سمایا ہوا ہے اور تورات میں جس امت کے بابرکت ہونے کا ذکر آیا ہے' وہ سوائے اُمت محمدی ﷺ کے کوئی اور نہیں۔ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے اور وہ دنیا کی تمام اقوام میں گھلے ملے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں جاوا کے جزائر میں پائیں گے، آپ کو یہ ہندوستان میں ملیں گے' یہ آپ کو افغانوں میں نظر آئیں گے، آپ ان کی نسلوں کو یورپ میں پا سکتے ہیں، بربر قبائل می ں عرب جا بسے، حبشہ میں یہ موجود ہیں۔ غرض ہر قوم میں اور ہر علاقے میں جا کر آباد ہونے والے عرب ہیں۔ یہ ہے وہ قوم جس کی اللہ تعالیٰ نے خوب بڑھائی اوع ان پر برکت فرمائی اور فلسطین کا مقدس خطہ انہی کے ورثہ میں آیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ جن کی وراثت میں یہ خطہ آیا ہے اور ابدی عہد ان کے ساتھ ہے۔

دوسری طرف یہودیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وعید ہے جس کا ذکر پوری وضاحت کے ساتھ قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

(سورۃ الاعراف : ۱۶۷)

''اور یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے اعلان کیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جوان کو بدترین عذاب دیں گے' یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزرا اور رحم کرنے سے بھی کام لینے والا ہے۔''

﴿وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبۡعَثَنَّ عَلَیۡهِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ یَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ﴾

''اور یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے اعلان عام کر دیا کہ وہ بھیجتا رہے گا ان کے اوپر قیامت تک کے لیے ایسے لوگوں کو جو کہ ان کو دیتے رہیں گے بدترین عذاب۔''

اللہ تعالیٰ کا ان سے یہ عہد کبھی ٹوٹنے کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جوان کو بدترین عذاب دیں گے۔ 587 قبل مسیح میں بخت نصر نے ان کو تہہ تیغ کیا، یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجائی، لاکھوں یہودیوں کو قتل کیا، 6 لاکھ یہودی مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کی طرح ہانکتا ہوا بابل (عراق) لے گیا اور سب سے بڑھ کر ہیکل سلیمانی کو بالکل مسمار کر دیا حتیٰ کی اس کی بنیادیں تک کھود ڈالیں اور لگ بھگ انہوں نے سو سالہ اسیری کا دور ذلت اور رسوائی کے ساتھ گزارا۔

اسی طرح پھر 70 قبل مسیح میں رومی جرنیل ٹائیٹس کی صورت میں ان پر عذاب الٰہی کا سخت کوڑا برسا۔ اس نے دوبارہ یروشلم شہر اور ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا اور ایک دن میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہودیوں کو تہہ تیغ کر ڈالا اور ۶۷ ہزار کو غلام بنا لیا۔ پچھلی صدی میں ہٹلر کا فعل اس آیت کا منشاء تھا اور جب تک روئے زمین کے تمام یہودیوں کی ہلاکت تک برابر جاری رہے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الذِّلَّةُ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡمَسۡکَنَةُ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّکَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ﴾

''یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی، سوائے اس کہ، کہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ مل گئی تو اور بات ہے۔ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر ذلت اور مسکنت ان پر مسلط کر دی گئی ہے۔''

قارئین کرام! ان پر ذلت مسلط رہے گی سوائے تھوڑے عرصے کے۔ اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ' کہیں اللہ کی یا انسانوں کے ذریعے کوئی عارضی پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ استثنائی حالات میں جونہی یہ کچھ کرنے کے قابل ہوئے، اللہ کی سنت ان پر پلٹتی ہے۔ سورۃ اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِیَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَکُمۡ وَلِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ کَمَا دَخَلُوۡهُ

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا﴾

''پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دشمنوں کو بھیج دیا تا کہ ) وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور پہلی دفعہ کی طرح پھر مسجد (اقصیٰ) میں گھس جائیں اور جس جس چیز پر قابو پائیں توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم رحم کرے' لیکن اگر تم نے پھر اپنی سابق روش کا اعادہ کیا تو ہم بھی اپنی سزا کا اعادہ کریں گے۔''

یہ ہے ان کے ساتھ اصل وعدہ اور یہ ہے وہ اصول جس پر ہمارا ایمان ہے' وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۔ یہود پھر اپنی سابقہ روش کا آج اعادہ کر رہے ہیں' لہذا اللہ کا وعدہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔ عنقریب ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹے گا اور یہودیوں کا آخری انجام صرف ''قتل'' ہوگا۔

## بالآخر کیا ہوگا؟

احادیث مبارکہ ﷺ میں جو علامات آئیں ہیں آخری زمانے کے حوالے سے' ان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنیں اور ہم چوکس و ہوشیار رہیں اور اپنے آپ کو ذہنی اور فکری طور پر تیار رکھیں۔ البتہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور اس معاملے میں کوئی مغالطہ لاحق ہو تو اس کو دور کر لیجئے کہ کسی وقت کے بالکل تعین کے ساتھ نہ تو کوئی خبر قرآن مجید میں اور نہ ہی احادیث مبارکہ ﷺ میں بیان ہوئی۔ البتہ علاماتِ قیامت کے باب میں احادیث مبارکہ ﷺ پر غور و فکر کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس دنیا کا ڈرامہ اپنے ڈراپ سین یعنی اپنے اختتام سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس لئے دنیا میں وہ نقشہ اور حالات تیار ہو رہے ہیں جن کی خبریں اَلصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ جناب محمد ﷺ نے دی تھیں۔ ان حالات کا جن سے اس کرۂ ارض کو مستقبل قریب میں سابقہ پیش آنے والا ہے 'ایک اجمالی نقشہ سامنے لانے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربِ قیامت کی علامات کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ میں جو کچھ بیان ہوا' ان سے ذہن میں آنے والے واقعات وحالات کی ایک ترتیب بنتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعات مختلف مراحل میں رونما ہوں گے۔ ہر مرحلے میں کتنی مدت صرف ہوگی اور کتنا عرصہ لگے گا' اس کا تعین ممکن نہیں۔ لیکن مختلف احادیث نبویہ ﷺ کو جمع کر کے غور و تدبر کیا جائے تو ایک اجمالی نقشہ اور خاکہ ذہن میں ضرور مرتب ہو جاتا ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ سے ایک بات تو پورے جزم اور یقین کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ وقوعِ قیامت کے قریب کچھ جنگیں ہوں گی، ان کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں ایسی وسعت کی حامل ہوں گی کہ ان کے سامنے سابقہ تمام جنگوں کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں ماند پڑ جائیں گی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے کی پہلی جنگ میں مسلمان اور عیسائی ایک تیسری قوت کے طاقت کے خلاف متحد ہوں گے' اس جنگ میں بے پناہ خونریزی ہوگی اور نتیجے کے طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں کی متحدہ قوت کو فتح اور کامیابی حاصل ہوگی۔

''عنقریب اہل روم امن کی خاطر صلح کرلیں گے' پھر تم ان کے ساتھ مل کر ایسے دشمن سے لڑو جوان

کے وَرے ہے۔تم سلامت رہو گے' مال غنیمت حاصل کرو گے۔ پھر تم ایک ٹیلوں والی چراگاہ میں قیام کرو گے' پھر رومیوں کا ایک آدمی کھڑا ہو کر صلیب بلند کرے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آ گئی۔ اس کے بعد ایک مسلمان کھڑا ہو کر اس کو قتل کر دے گا۔ رومی عہد توڑ دیں گے۔ پھر خونریز جنگیں ہوں گی۔ وہ تمہارے خلاف اسّی (۸۰) جھنڈے تلے اکٹھے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے ۱۲ ہزار کا لشکر ہو گا۔''

(مسند احمد بن حنبل ،ابوداؤد،ابن ماجہ ،ابن حبان)

یہ پہلا مرحلہ ہے۔اس کے بعد دوسرے مرحلے کے بارے میں احادیث سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اس فتح کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں سخت تفرقہ اور اختلافات پیدا ہوں گے' عیسائی اس فتح کو اپنے مذہب' اپنے عقائد اور اپنی صلیب کی طرف منسوب کر دیں گے اور اس کو اپنے مذہب کی حقانیت کی دلیل بنا دیں گے۔ چنانچہ اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا اور یہ تفرقہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین مسلح معرکہ آرائی اور ایک شدید جنگ کی صورت اختیار کر لے گا' جس میں مسلمانوں کو زبردست ہزیمت اور نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔

چنانچہ ترکی' لبنان' شام اور اردن مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے حتیٰ کہ عیسائی مسلمانوں کو شکست پر شکست دیتے ہوئے اور دباتے ہوئے حجاز میں ''خیبر'' کے مقام تک پہنچ جائیں گے۔اس جنگ میں یہودیوں کی تمام دلی ہمدردیاں اور عملی تعاون عیسائیوں کو حاصل ہو گا اور ان کا سرمایہ' ان کی ٹیکنیکل مہارت' ان کے اسلحہ فیکٹریوں میں تیار ہونے والا مہیب و مہلک اسلحہ اور ان کے پروپیگنڈے کے ہتھیار سب عیسائیوں کی پشت پر ہوں گے لیکن خود براہ راست جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔احادیث نبوی ﷺ کے مطابق اس مرحلے پر حضرت مہدی کے ہاتھ پر بیعت ہو گی۔

''ایک خلیفہ کی موت کے وقت قوم اختلاف کا شکار ہو جائے گی۔ایک آدمی بھاگ کر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا۔اس کے پاس مکہ کے کچھ لوگ آئیں گے' اسے زبردستی باہر نکال کر رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔''

(مسند احمد بن حنبل، ابوداؤد، طبرانی الاوسط،ابن ابی شیبہ)

لیکن اس موقع پر جان لیجئے کہ حضرت مہدی کی احادیث نبوی ﷺ میں بیان شدہ شخصیت اور اہل تشیع کی اعتقادی شخصیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ان دونوں کے مابین سوائے لفظ اور نام کے اشتراک کے کوئی اور چیز مشترک نہیں ہے۔وہ جس مہدی کے ماننے والے ہیں' وہ اُن کے بارہویں امام ہیں جو ان کے عقیدے کے مطابق روپوش ہو گئے تھے اور کسی غار میں مقیم ہیں اور اُس وقت وہی ظاہر ہوں گے......

ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔احادیث نبوی ﷺ سے ہمارے سامنے حضرت مہدی کی شخصیت اور ان کے ظہور کا جو نقشہ آتا ہے کہ وہ عرب کے ایک قائد اور ایک رہنما کی حیثیت ابھریں گے۔ان کا نام محمد اور ان کے والد کا عبداللہ۔

''زمین جب ظلم و جور سے بھر جائے گی۔اللہ میری اولاد میں سے ایک آدمی بھیجے گا جس کا نام وہ ہی ہو گا

جو میرا ہے۔اس کے باپ کا نام وہی ہوگا جو میرے باپ کا ہے۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بالکل بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ نہ آسمان اپنی بوند ذرہ برابر بھی روکے گا اور نہ زمین اپنی نباتات روکے گی۔ وہ تمہارے درمیان سات یا آٹھ برس یا زیادہ سے زیادہ نو برس تک ٹھرے گا۔''

(حدیثِ صحیح ۔طبرانی ،بزار ،ابو نعیم

''مہدی مجھ میں سے ہوگا (یعنی میرے اولاد سے ہوگا) اس کی ناک درمیان سے بلند ہوگی' پیشانی کشادہ ہوگی۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ وہ سات برس تک حکمرانی کرے گا۔''

(حدیثِ حسن ابوداؤد ،مستدركِ حاكم

''دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک عرب میں میری اولاد میں سے ایک شخص کی حکومت قائم ہوگی جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔''

(جامع ترمذی)

جب وہ بیت اللہ میں کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے کہ لوگ ان کو پہچانیں گے کہ یہی حضرت مہدی ہیں۔ وہ خود مہدی ہونے کے دعوے دار نہیں ہوں گے بلکہ لوگ ان کو از خود پہچانیں گے اور کوئی امرِ غیبی اس امر کی تائید کرے گی۔

''جب راستے بند ہو جائیں گے اور فتنوں کا دور دورہ ہوگا تو مختلف اطراف سے سات (۷) عالم نکلیں گے۔ انہوں نے ملاقات کے لئے وقت کا تعین نہیں کیا ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر ۳۱۰ سے کچھ زیادہ آدمی بیعت کریں گے۔ وہ مکہ میں جمع ہوں گے۔ جہاں ساتوں کی ملاقات ہوگی اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے کیسے آنا ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم اس آدمی کی تلاش میں آئے ہیں جس کے ہاتھوں فتنوں کا فرو ہونا چاہیے اور جس کے ہاتھ پر قسطنطنیہ فتح ہوگا۔ ہمیں اس کا حلیہ' اس کا نام اور اس کے باپ کا نام معلوم ہے۔ ساتوں اس بات پر اتفاق ہوگا اور وہ اسے تلاش کریں گے......وہ اسے مکہ میں رکن یمانی (حجرِ اسود) کے قریب پالیں گے اور کہیں گے: ہمارا گناہ تم پر ہوگا اور ہمارا خون تیری گردن پر' اگر تم بیعت کے لئے ہاتھ نہ پھیلاؤ گے۔ سفیانی کا لشکر ہماری تلاش میں نکل پڑا ہے۔ تب وہ رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیٹھ کر اپنا ہاتھ بڑھائے گا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگی اور اللہ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا۔ وہ ایسی قوم کو لیکر روانہ ہوگا جو دن کو شیر معلوم ہوتے ہیں اور رات کو گوشہ نشین زاہد۔''

(عن عبد الله بن مسعودؓ ۔ كتاب الفتن' باب اجتماع الناس بمكة و بيتهم للمهدى، ص ٢١٤ از امام ابو عبد الله نعيم بن حماد )

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کا جسم حرکت کرنے لگا تو ہم نے کہا : اے اللہ کے رسول ﷺ آیا آپ نے خواب میں ایسی بات کی جو آپ نے پہلے کبھی نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا : ''عجیب بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک آدمی کو پکڑنے کیلئے بیت اللہ کی طرف جا رہے ہیں ۔ اس آدمی نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہے ۔ جب وہ ( پکڑنے والے ) کھلے میدان میں ہوں گے تو وہ زمین میں دھنس جائیں گے۔''

(بخاری و مسلم)

''ایک پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا۔ اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ ابھی وہ وہیں ( میدان ) میں ہوں گے کہ زمین میں دھنس جائیں گے۔''

(مسلم ، کتاب الفتن)

''اس گھر ( بیت اللہ ) کی پناہ کچھ لوگ میں آئیں گے، وہ محفوظ نہیں ہوں گے، نہ ان کے پاس لڑنے کے لئے نفری ہوگی نہ سامان جنگ، ان کی طرف ایک فوج بھیجی جائے گی، جب وہ فوج کھلی جگہ ہوگی تو زمین میں دھنس جائے گی۔''

(مسلم)

مسلمان ان کی قیادت میں متحد ہو کر اور مجتمع ہو کر عیسائی قوتوں سے جنگ وقتال کریں گے اور ان کو پیچھے ہٹاتے ہوئے قسطنطنیہ کو عیسائیوں کو عیسائیوں کے چنگل سے آزاد کرا رہے ہوں گے تو پھر ایک اور مرحلہ شروع ہو جائے گا جس کو ہم تیسرا مرحلہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ وقت ہوگا ''دجال اکبر'' کے ظہور کا، اس کے ظہور کی خبر، اس کے قبضے میں غیر معمولی اسلحہ اور عجیب غریب کرشمے ہونے کے باعث تمام عالم میں آناً فاناً پھیل جائے گی۔ بعض احادیث میں اس کے خروج کی جگہ اور اس کی مدد کے حوالے سے ''اصفہان'' ( ایران کا ایک شہر ) بتلایا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے :

''اصفہان کے ستر ہزار جبہ پوش یہودی اس کی پیروی کریں گے۔''

(مسلم ،مسند احمد بن حنبل)

دجال خود بھی یہودی النسل ہوگا اور یہودیوں کی مسلح اور بظاہر ناقابلِ تسخیر قوت اس کی پشت پر ہوگی۔ اس کی فتنہ انگیزیوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیام قیامت تک کوئی فتنہ دجال سے بڑا نہیں۔''

(مسلم ،مسند احمد بن حنبل)

''اے لوگو! جب سے اللہ نے آدم کو پیدا کیا ہے کوئی فتنہ دجال سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

جس نبی کو بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ لازماً تمہاری طرف خروج کرے گا۔ اگر اس کے خروج کے وقت میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے سامنے حجت پیش کروں گا اور اس کا خروج میرے بعد ہوا تو میں ہر آدمی اپنی حجت پیش کرے گا اور میں ہر مسلمان کے لئے اپنے بعد اللہ کو چھوڑ کر جارہا ہوں۔ وہ دجال شام اور عراق کے درمیان ایک شگاف سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد بپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! اے لوگو! ثابت قدم رہنا۔''

اسی حدیث میں مزید فرمایا:

''دجال کا ایک فتنہ تو یہ ہے کہ اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی۔ اس کی جنت اصل میں دوزخ ہے اور اس کی دوزخ اصل میں جنت ہے......

اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ ایک بدو سے کہے گا کہ اگر میں تمہارے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا میرے رب کی گواہی دو گے؟ وہ بدو کہے گا کہ ہاں۔ پھر شیطان اس کے ماں باپ کی صورت میں اس کے سامنے کھڑا ہو جائے گا۔ وہ کہیں گے اے بیٹے اس کی پیروی کر، یہ تمہارا رب ہے......

یہ بھی اس کا ایک فتنہ ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا۔ وہ زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو وہ اگانے لگے گی......

اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ وہ ایک قبیلے کے پاس سے گزرے گا جو اس کی تکذیب کرے گا اور اس کے تمام چرنے والے جانور ہلاک ہو جائیں گے۔''

(حديثِ صحيحة۔ابن ماجه ۔احمد بن حنبل ،ابن خزيمه ،مستدرك حاكم)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

''جو دجال کی خبر سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم آدمی اسے مومن سمجھ کر اس کے آئے گا اور وہ اس کے شبہات میں اس کی پیروی کرے گا۔''

(احمد بن حنبل ،ابو داؤد ۔مسدرك حاكم )

''عنقریب ایسے فتنے بپا ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والا سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے، چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو ان فتنوں سے دوچار ہوگا وہ اس کے درپے ہو جائیں گے، پس جسے جائے پناہ ملے وہ ضرور پناہ لے لے۔''

(بخاری کتاب الفتن)

''میں تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں اور اس سے تو ہر نبی نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے۔ بے شک نوح علیہ السلام نے بھی

اپنی قوم کو اس سے آگاہ کیا۔ لیکن میں اس کی بابت ایک ایسی بات بتاؤ گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی ' یہ کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تو یک چشم نہیں۔''

(بخاری ،مسلم ،ابوداؤد ،جامع ترمذی)

''دیکھو وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب تو یک چشم نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ سکے گا۔''

(بخاری،مسلم)

اور ایک اور روایت کے مطابق :

''ک۔ف۔ر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا (اللہ کے رسول نے ہجے کر کے بتلایا)''

(جامع ترمذی)

یہاں یہ جان کر آپ کو حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ یہودی ریاست اسرائیل کی سب سے بڑی فضائی کمپنی کا نام ہی ک۔ف۔ر (K.F.R Air Line) رکھا ہوا ہے۔ گویا وہ دنیا کا جو چکر لگائے گا اس کی تیاری یہودیوں نے پہلے سے کی ہوئی ہے۔

بہر حال وہ پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوگا۔ عیسائی قوتیں بھی اس کے ساتھ مل جائیں گی اور مسلمانوں کو دوبارہ شدید ہزیمت و شکست سے دوچار ہونا پڑے گا اور وہ شدید نقصانات اٹھاتے ہوئے حضرت مہدی کی قیادت میں دمشق کی طرف پلٹیں گے۔ یہ وقت ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم یعنی مسیح کے آسمان سے نزول کا۔

یہاں تھوڑا سا توقف کر کے اس بات کو سمجھیئے کہ احادیث کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے کیسے کیسے سخت مراحل اور صبر آزما امتحانات آنے والے ہیں اور ان کے جلو میں تباہی' ہلاکت اور خونریزی کے کیسے کیسے طوفان اٹھنے والے ہیں۔ ہمیں بالعموم یہ کہہ کر تھپکی اور لوری دے دی جاتی ہے کہ بس اب یہ اکیسویں صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہے اور روشن مستقبل ہمارا منتظر ہے اور ہم خوش ہو جاتے ہیں اور ان '' اَمَانِیُ '' سے بہل جاتے ہیں اور ہمیں ان فرائض کا احساس نہیں ہوتا جو اللہ کے کلمہ بلند کرنے' حق کے ابلاغ' باطل کی بیخ کنی اور غلبۂ دین متین کی سعی و کوشش کے ضمن میں ہر کلمہ گو کے ذمہ ہیں۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کن انتہائی کٹھن مراحل سے سابقہ پیش آنے والا ہے اور آنے والے وقت میں کیا بیتنی والی ہے اور ان امتحانوں سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے لئے ہمیں ''حقیقی ایمان'' کی کتنی ضرورت ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں سلطنتِ اسرائیل کے قیام اور دنیا بھر سے لاتعداد یہودیوں کی وہاں منتقلی' پھر ان ممالک کی طرف سے جو عظیم اکثریت کے لحاظ سے عقیدۃً عیسائی ہیں ''اسرائیل'' کی سرپرستی اور معاونت اور اس کی جارحانہ اور توسیع پسندانہ پالیسی کو پیش نظر رکھئے اور غور کیجئے کہ مستقبل میں کون کون سے علاقے محاذِ جنگ بننے والے ہیں۔

بہر حال صحاحِ ستہ جیسی بلند پایہ کتاب کتب احادیث کے علاوہ دوسرے بہت سے مجموعوں کے ذریعے جو روایات ملتی ہیں' ان میں

قطعیت اور صراحت کے ساتھ دجال اکبر کے ظہور اور حضرت مسیح کے نزول کی سال وسن اور صدی کے تعین کے بغیر خبریں دی گئی ہیں۔ ان احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ہمارا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنفسِ نفیس آسمان سے نزول فرمائیں گے

''میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں' وہ اترنے والے ہیں' جب تم انہیں دیکھو تو انہیں پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے۔ رنگ سُرخی اور سفیدی مائل ہوگا، گیروے رنگے کپڑے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوں گے۔ پانی نہ پڑنے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔''

(حديث صحيحة ،ابوداؤد)

''جبکہ وہ (دجال) یہ کام کر رہا ہوگا کہ اللہ مسیح عیسیٰ ابن مریم فرمائے گا' وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے سے گیروے رنگے ہوئے دو زرد کپڑے پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ انہوں نے ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوں گی' جب سر نیچے کریں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے موتیوں کی مانند دانے گریں گے۔''

(مسلم كتاب الفتن)

''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک رومیوں کا لشکر اعماق یا دابق میں پڑاؤ نہ ڈال لے گا۔ ان کے مقابلے کے لئے مدینہ سے ایک لشکر نکلے گا جو اس زمانے کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ صف بندی کر لیں گے تو رومی ان سے کہیں گے کہ تم ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو ہم سے قیدی بنائے گئے ہیں رکاوٹ نہ بنو ' ہمیں ان سے لڑنے دو۔ وہ جواب دیں گے کہ نہیں اللہ کی قسم! ہم اپنے بھائیوں سے لڑنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ لڑائی شروع ہو جائے گی۔ ایک تہائی شکست کھا جائیں گے۔ اللہ کبھی ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ ایک تہائی قتل ہو جائے گے جو اللہ کے نزدیک بہترین شہید شمار ہوں گے اور ایک تہائی فتح حاصل کریں گے ' انہیں کبھی بھی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔ وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ وہ زیتون کے درختوں پر اپنی تلواریں لٹکا کر مال غنیمت کی تقسیم میں لگ گئے ہوں گے کہ شیطان آواز دے گا کہ مسیح (دجال) نے پیچھے سے تمہارے اہل وعیال کو پکڑ لیا ہے۔ وہ نکل کر جائیں گے تو یہ بات جھوٹی ثابت ہوگی۔ (اس کے بعد) جب وہ شام پہنچیں گے تو دجال کا خروج ہوگا۔ ابھی وہ لڑنے کے لئے اپنی صفیں درست کر رہے ہوں گے کہ نماز کھڑی ہو جائے گی اور عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا۔ وہ دجال کی طرف جائیں گے۔ جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو نمک کی مانند پگھل جائے گا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ دیتے تو وہ پگھل پگھل کر مر جاتا مگر وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور اپنے چھوٹے نیزے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔''

(عن ابی هريرةؓ مسلم)

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''خلاصی کا دن! جانتے ہو خلاصی کا دن کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خلاصی کا دن کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دجال آ کر اُحد پر چڑھ جائے گا اور مدینہ کی طرف نگاہ دوڑا کر اپنے ساتھیوں سے کہے گا یہ سفید محل دیکھ رہے ہو' یہ احمد (ﷺ) کی مسجد ہے۔ پھر وہ مدینہ کا رخ کرے گا۔ اسے مدینہ کے ہر سوراخ پر ایک فرشتہ ملے گا جو تلوار سونتے ہوئے ہوگا۔ پھر وہ سیلابی نالے کے کنارے بنجر زمین کی طرف آئے گا ' وہاں خیمہ زن ہوگا۔ مدینے کو تین جھٹکے لگیں گے جس کی وجہ سے منافق اور فاسق مرد و عورت نکل کر دجال کی آجائیں گی ' وہی خلاصی کا دن ہوگا۔''

(مسند احمد بن حنبل)

یہ نبوت کا معجزہ ہے اور اس سے مسلمان کا ایمان بڑھتا ہے کہ رسول ﷺ نے بتایا کہ آخری زمانے میں دجال رسول خدا کی مسجد کی طرف آئے گا اور اپنے ماننے والوں کو کہے گا کہ ''اس سفید محل کو دیکھو' حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کی مسجد آپ کے زمانہ میں کھجور کی شاخوں اور سنگریزوں سے بنی ہوئی تھی ' آج کل تو وہ واقعی سفید محل بن گئی ہے۔ اے اللہ کے نبی آپ نے سچ فرمایا۔

ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایات کے مطابق دجال کے قتل کا مقام لُد اور افیق کی گھاٹی کا قرب بیان کیا گیا ہے تو جان لیجئے کہ لُد (لِڈّا) فلسطین میں اسرائیل کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ ہے۔ افیق آج کل فیق کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شام اور اسرائیل کے سرحد کے قریب شام کا آخری شہر ہے جس سے آگے اسرائیل کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اور لد کے ہوائی اڈہ کی طرف جاتی ہے

احادیث صحیحہ میں یہ وضاحت و صراحت بھی ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں بحیثیتِ نبی تشریف نہیں لائیں گے بلکہ اُس وقت ان کی حیثیت خاتم النبیّن آخر الرسل جناب محمد کریم ﷺ کے ایک امتی کی ہوگی۔ احادیث میں ان کے نزول کا وقت نمازِ فجر کے قریب بیان ہوا ہے اور یہ بات بھی مذکور ہے ان سے کہا جائے گا کہ آپ آگے بڑھئے اور نماز کی امامت فرمایئے ' لیکن آپ انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے۔ چنانچہ وہ حضرت مہدی کی اقتداء میں ہی نماز ادا کریں گے۔

''میری امت کا ایک گروہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور غالب ہوگا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔
مسلمانوں کا امیر (مہدی) ان سے کہے گا آیئے' ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں' امیر تم میں سے ہوگا۔
یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بخشا ہے۔''

(مسلم، احمد بن حنبل)

''اس وقت تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب مریم کے بیٹے تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہاری قوم میں سے ہوگا۔''

(بخاری، مسلم، مسند احمد بن حنبل)

ایک روایت میں ہے:

''وہ اچانک عیسیٰ ابن مریم کو دیکھ لیں گے' پھر نماز کے لئے اقامت کہی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: آگے بڑھیئے اے روح اللہ! آپ علیہ السلام فرمائیں گے: تمہارا امام آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے''

(مسند احمد بن حنبل)

یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ ان کی حیثیت امت محمد ﷺ کے ایک امتی کی ہوگی اور امت مسلمہ کا نظم برقرار رہے گا۔

نزول مسیح علیہ السلام کے سلسلے کی جملہ احادیث پر غور وفکر کرنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ان کے نزول کا اصل مقصد دجال کا قتل اور یہود کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ چونکہ قرآن حکیم میں رسولوں کے باب میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت تواتر کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ جن قوموں کی طرف رسولوں کی براہ راست بعثت ہوتی ہے' وہ اگر بحیثیتِ مجموعی رسول ماننے سے انکار کردیں تو وہ ہلاک کردی جاتی ہیں۔ جیسے قومِ نوح، قومِ لوط، قومِ صالح اور قوم شعیب علیہم السلام پر عذابِ استیصال (جڑ سے ختم کردینے والا) کے نزول اور ان کی ہلاکت و بربادی کا قرآن کریم میں تفصیل سے متعدد بار ذکر ہے۔ از روئے قرآن حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت اصلاً بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت 49 کے آغاز میں فرمایا ''وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ'' ......لیکن ہمیں معلوم ہے کہ بنی اسرائیل (یہود) کو حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب کے جرم کی پاداش میں ہلاک نہیں کیا گیا' ان پر عذابِ استیصال نہیں آیا' لہٰذا ان کی ہلاکت کا مرحلہ ''سنت اللہ'' کے مطابق آنا ہے۔ اسی سنت اللہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا جن کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا اور ان ہی کے ہاتھوں سے یہود سنت اللہ کے مطابق برباد' ہلاک اور نیست و نابود ہوجائیں گے اور ان کا بالکل خاتمہ ہوجائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''قیامت اس وقت قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے قتال (جنگ) نہ کریں۔ پس مسلمان انہیں قتل کردیں گے یہاں تک یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے۔ پس پتھر اور درخت پکاریں گے، اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چُھپا ہے۔ میری طرف آ اور اس کو قتل کر ڈال۔ مگر (انہیں پناہ دے گا) غرقد کا درخت بے شک یہ یہودیوں میں سے ہے۔''

(باب الفتن مسلم)

یہودیوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ نزولِ مسیح علیہ السلام کے بعد ''عیسائیت'' کا بھی خاتمہ ہوجائے گا اور تمام عیسائی حلقہ بگوشِ اسلام ہوجائیں گے اور تمام دنیا میں پر دین حق کی حکمرانی ہوگی اور اس طرح اسلام کا غلبہ ہوجائے گا۔

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے' جلد ہی تمہارے درمیان ابن مریم ایک عادل منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ پھر وہ صلیب توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کردیں گے' جزیہ معاف کردیں گے۔ مال کی اس

قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہ کرنے والا نہ ہوگا۔ اسلام کا اس قدر دور دورہ ہوگا کہ ایک سجدہ دنیا مافیھا سے بہتر ہوگا۔''

(بخاری ،مسلم ،احمدبن حنبل ،نسائی ،ابن ماجہ )

نتیجۃً عیسائیت ختم ہوجائے گی اور دوسرے تمام مذاہب اور ادیان بھی مٹ جائیں گے اور سب لوگ ''ملت اسلام'' میں شامل ہو کر ایک امت واحد بن جائیں گے۔ اس طرح پورے کرۂ پر اللہ کے دین کا غلبہ ہوجائے گا اور الصادق المصدوق محمد کریم ﷺ کی پیشین گوئی کہ ایک دن اسلام اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ غالب ہوگا۔

حضرت مقداد بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''کل روئے ارضی پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے، خواہ کسی عزت دار کو عزت دے کر اور خواہ کسی ذلت والے کو ذلیل کر کے یعنی یا تو اللہ انہیں عزت دے گا اور اہلِ اسلام میں داخل کر دے گا یا انہیں مغلوب کر دے گا چناچہ وہ (جزیہ دے کر) اسلام کی بالادستی قبول کرلیں گے!'' پھر راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا'' پھر تو دین (نظام) کل کا کل اللہ ہی کیلئے ہوجائے گا''

(مسند امام احمد بن حنبل )

''بے شک اللہ نے مجھے زمین لپیٹ کر دکھادی تو میں نے اس کے مشرق بھی دیکھ لئے اور اس کے مغرب بھی دیکھ لئے اور سن رکھو میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہوگی جو مجھے لپیٹ کر دکھا دئے گئے ہیں۔''

(مسلم)

اسی طرح حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمھارے مابین نبوت موجود رہے گی، (آپ ﷺ کا اشارہ خود اپنی ذات کی جانب تھا) جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے اٹھالے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طریقپر خلافت قائم ہوگی اور یہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ قائم رہے، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھالے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی (یعنی ظالم) ملوکیت آئے گی اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھالے گا۔ پھر مجبوری کی ملوکیت (غالباً مراد ہے مغربی استعمار کی غلامی) کا دور آئے گا اور وہ بھی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھالے گا............اور پھر دوبارہ نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہوگی!'' راوی کے قول کے مطابق اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار فرمالی''

(مسندِاحمد بن حنبل)

اوراس غلبے کے لیے جولشکر تیار ہوگا اور حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کے لئے جس خطۂ زمین سے جس خطۂ زمین سے جائے گا وافغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقے مالاکنڈ، باجوڑ وغیرہ اور ایران کا شہر ''مشہد'' شامل ہے۔ اس خطۂ زمین کو رسول اللہ کے زمانے میں ''خراسان'' کہتے تھے اور آج بھی ایرانی اس پورے علاقے کو ''خراسانِ بزرگ'' کہتے ہیں۔اس ضمن میں احادیث سامنے رہیں۔

''مشرق کی جانب سے ایسے لوگ برآمد ہوں گے جو علاقوں کے علاقے فتح کرتے ہوئے ''مہدی'' کی مدد یعنی ان کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے پہنچیں گے۔''

(عن عبداللہ بن حارثؓ،سنن ابن ماجه)

''خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور انہیں کوئی طاقت واپس نہیں پھیر سکے گی یہاں تک کہ وہ ایلیاء (یعنی بیت المقدس) میں نصب کردیئے جائیں۔''

(جامع ترمذی عن ابی ھریرہؓ)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تلقین فرمائی:

''جب تم دیکھو کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے آرہے ہیں تو ان کی طرف آنا' خواہ تمہیں برف پر سے کوٹھوں کے بل آنا پڑے''

(مسند احمد بن حنبل،مستدرك حاكم)

''میری امت کے دولشکروں پر اللہ نے جہنم کی آگ حرام قرار دی ہے۔ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا اور دوسرا جو عیسیٰ ابن مریم کا ساتھ دے گا''

(مسند احمد بن حنبل کتاب الجهاد،نسائی)

احادیث نبوی ﷺ میں قربِ قیامت کے متعلق جو علامات اور پیشین گوئیاں بیان ہوئی ہیں وہ ظاہر ہونی شروع ہوگئی ہیں۔گویا آخری سین کے لئے اسٹیج تیار ہورہا ہے۔یہودی جو ایک زمانے میں دنیا کے مختلف ممالک میں منتشر تھے'سمٹ سمٹ کر اسرائیلی ریاست میں جمع ہوچکے ہیں۔گویا اس وقت مشرقِ وسطیٰ جس نازک صورتحال سے دوچار ہے' اس پر غور کرنے سے کچھ ایسا نقشہ جمتا نظر آرہا ہے کہ تیسری عالمی جنگ چھڑنے کا وقت دور نہیں ......اور اگر یہ جنگ چھڑی تو سب سے بڑا میدانِ مشرقِ وسطیٰ ہوگا اور عجب نہیں کہ بیشتر اسلامی ممالک خواہی نہ خواہی امریکہ اور اس کے یورپی اتحادیوں کے دوش بدوش اس جنگ میں شامل ہوں اور دنیا جانتی ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نوے فیصد سے زیادہ آبادی عیسائیوں پر مشتمل ہے۔گویا احادیث نبوی ﷺ میں جس عظیم جنگ کی خبر دی گئی تھی کہ ایک زبردست اور خونریز تباہ کن جنگ ہوگی جس میں مسلمان اور عیسائی ایک تیسری طاقت کے خلاف متحد ہوں گے'اس کے آثار سامنے آرہے ہیں۔ہوسکتا ہے اس متوقع ہولناک تباہی کے ظہور میں آنے میں کچھ اور وقت لگے لیکن موجودہ حالات کی سنگینی بتارہی ہے کہ یہ جنگ جو کہ عالمی جنگ ہوگی' ناگزیر اوراٹل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہ کائنات مشیت وحکمتِ خداوندی کے تحت اپنی مقررہ اجل کی طرف گامزن ہے اور اس انجام سے لازماً دوچار ہوگی جو اس کا مقدر ہے لیکن اس انجام کے وقت' سال' سن یا صدی کا تعین کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسا کہ سورۂ لقمان کی آخری آیت اور حدیث جبریل علیہ السلام سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ البتہ یہ گھڑی آ کر رہے گی' اس میں شک کرنا کفر ہے۔ پھر اس آخری گھڑی کے آنے تک امت مسلمہ اور بنی نوع انسان جن حالات سے دوچار ہوں گے اس کا جو نقشہ سامنے آتا ہے۔ اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ قرآن وحدیث میں کسی صدی کے تعین کے ساتھ کوئی خبر نہیں دی گئی ہے، لیکن احادیث میں جو علامات بیان ہوئی ہیں وہ ہم کو چشم سر سے نظر آ رہی ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ ہمیں بہت ہی کٹھن مراحل اور سخت امتحانات سے گزرنا ہے۔ البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک دور لازماً آئے گا جس میں اسلام کا غلبہ ہوگا......

بڑے نصیبوں والے ہوں گے وہ لوگ جو اس غلبۂ اسلام میں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قیادت فی سبیل اللہ اور غلبۂ دین حق کے لئے جہاد وقتال میں اپنی جان ومال کی قربانیاں پیش کریں گے اور بڑے ہی خوش نصیب ہوں گے جو غلبۂ اسلام کے اُس دوت کا نظارہ بھی سر کی آنکھوں سے کریں گے اور اس کی سعادتوں سے مستفیض بھی ہوں گے۔

## آخری بات

ہم مسلمان خواہ دنیا دار ہوں یا دین دار' اللہ ہم پر رحم فرمائے سب غافل ہیں۔ دنیا دار تو اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور باطل پر قائم ہیں' دین داروں میں اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ بُری طرح غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ فروعی اختلافات میں اُلجھے ہوئے ہیں' حالانکہ یہ اختلافات مدت ہوئی ختم ہو چکے ہیں۔ کاش یہ لوگ سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے اور اختلاف رائے ان کی باہمی محبت پر کوئی آنچ نہیں آنے نہ دیتا۔ کاش یہ لوگ موجودہ حالات کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے ایک دوسرے سے جھگڑتے' نہ ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے' نہ ایک دوسرے کے دشمن بنتے اور نہ ایک دوسرے سے اُلجھتے ' بلکہ ایک دوسرے سے محبت کرتے' ایک دوسرے کے قریب آتے اور اختلاف کے لئے ان کے سینے کھلے ہوتے۔

اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے عزائم اور اس ضمن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات اور تعلیمات ہم کو خبردار کر رہی ہیں اور ہمیں بتا رہی ہیں کہ آخری زمانوں میں ہونے والی خون ریز جنگیں قریب ہیں' وہ ہمارے سر پر کھڑی ہیں' وہ ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہیں' وہ اپنے سینے سے سب کو کچل کر رکھ دی گی اور اپنے ظلم سے سب کو پارہ پارہ کر دیں گی' اور جس کی کچھ جھلکیاں ہم نے افغانستان اور عراق پر صلیبی جنگ کی دہائی دینے والوں کی طرف سے ہم نے دیکھیں۔ مذکورہ بالا تمام باتیں دراصل اہلِ عقل سے مخاطب ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں:

**اے دنیا والو!** گناہوں کی زندگی سے باز آجاؤ ' اپنے آپ کو نفسانی شہوات سے چھڑالو' اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ' اس کی شریعت سے وابستہ ہو جاؤ' کیونکہ اس امت کے آخری زمانہ میں وہ قوم زمین میں دھنس جائے گی' اس کی صورت مسخ ہو جائے گی جو اپنے شب وروز

لہولعب، شراب نوشی اور راگ ورنگ میں گزار رہی ہوگی۔ اس دن اللہ کی رحمت کے سوا قضائے الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

**اے اللّٰہ کے بندو!** دین کی بڑی باتوں کی فکر کرو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس قدر مشغول نہ ہوجاؤ کہ ذمہ داری کے اونچے معیار تک نہ پہنچ پاؤ، اوران دشمنوں کا سامنا کر پاؤ جو ہر طرف سے تمہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ کہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے مصداق نہ ٹھہرو کہ:

''تم مچھر تو چھانتے ہو مگر ثابت کے ثابت اونٹ یوہی نگل جاتے ہو''

**اے دین کے علمبردارو!** اللہ کی رسی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اختلافات کو دور پھینک دو، شیر وشکر ہوجاؤ اور اللہ کی رضا کی خاطر آپس میں مت الجھو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، تم آنے والی بڑی بڑی جنگوں میں صف واحد بن جاؤ۔ یہ جنگیں قریب تر ہیں۔ گنے چنے کم کوش لوگوں کو اس بات کی اجازت ہرگز نہ دو کہ وہ مل جل کر تمہاری جمعیت کو پارہ پارہ اور تمہاری کاوشوں کو منتشر کرکے تمہیں اجتہادی اختلافات کے بھنور میں لیجائیں، وہ اختلافات جو امت میں تفرقہ ڈال کر اسے کمزور کررہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''میری امت کے آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی باتیں کریں گے۔

جن کی اجازت نہ تم نے دی اور نہ تمہارے باپ دادا نے۔ ان سے بچنا''۔

(مسلم)

﴿فَالحَمدُ لِللّٰہِ﴾

کل شکر اور کل حمد اس باری تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام کائنات کا مالک ہے اور جس نے ہم کو یہ توفیق دی کہ ہم آنے والے وقت کے حوالے سے جو سوچ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کی ہے اس کو سامنے لائیں اور جو سازشیں اور عزائم وہ مسلمانوں کے حوالے سے اپنے عقائد اور نظریات میں رکھتے ہیں اس کو واضح کریں اور اس سلسلے میں جو رہنمائی ہمیں قرآن اور حدیث میں ملتی ہے اس کی روشنی میں مسلمان آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے کوئی راہ متعین کریں۔

اس تحریر کے لکھنے کے دوران جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کا ایک سرسری تعارف ہمارے سامنے آجائے۔اس سلسلے میں سب سے اہم کتاب معروف سعودی عالم دین ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمان الحوالی کتاب " الوعد الحق و الوعد االمفتری" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمان الحوالی عالم عرب میں مسلمانوں کو بیداری اور ان کو اغیار کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔اسی وجہ سے یہود و نصاری کے اشارے پر ان کو سعودی حکومت نے انہیں امت کی خیر خواہی کے جرم میں 16 ستمبر 1994 پابندِ سلاسل کر دیا۔اس کے علاوہ جامعۃ الازہر' شعبہ دعوت و ثقافت' دعوتِ اسلامی کے پروفیسر جمال امین محمد جمالدین کی دو کتابیں ''امت مسلمہ کی عمر'' اور ''ہر مجدون'' اور ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' سے بھی آگاہی حاصل کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں ان تمام باتوں کو سمجھ کر عمل کرنے
اور اس کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

'' اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّاوَّارْزُقْنَااتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَاالْبَاطِلَ
بَاطِلاً وَّرْزُقْنَااجْتِنَابَہٗ ''

'' اے اللہ! جو حق ہے اسے ہمیں حق کر کے دکھا اور اس کی اتباع کرنے کی
توفیق نصیب فرما اور جو باطل ہے اسے ہمیں باطل کر کے دکھا اور اس سے
ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرما''۔آمین!